

تذکرہ علماء مسلمان

تالیف

شمس العلماء مولوی محمد حسین آزاد

تدوین و تحشیہ

ڈاکٹر ارشد محمود ناسخاد

اس کتاب میں اہم بات
اس کے حل دستی ہیں۔ اور یہ کتاب
مصنف کی وفات کے بعد پہلی
مرتبہ طبع ہوئی ہے۔



تذکرہ علما

تالیف

شمس العلماء محمد حسین آزاد

تدوین و ترمیم

ڈاکٹر ارشد محمود ناسخاد

افتخار پبلی کیشنز

راولپنڈی

©

جملہ حقوق بحق مرتب محفوظ

اشاعت اول ۲۰۱۱ء

۸۰۸.۸۱

آزاد، محمد حسین

آزا

تذکرہ علماء/محمد حسین آزاد، (تدوین) ارشد محمود ناشاد۔

راولپنڈی: الفتح پبلی کیشنز، ۲۰۱۱ء

۱۵۷ ص

808.81

AZA Azad, Muhammad Hussain

Tazkara e Ulema/ by Muhammad Hussain Azad, compiled by
Arshad Mahmood Nashad.- Rawalpindi: Al-Fath Publications,
2011

157 p.

ISBN 978-969-9400-22-3

- + 92 322 517 741 3
- alfathpublications@gmail.com

الفتح پبلی کیشنز

distributor

VPrint Book Productions

- + 92 51 581 479 6
- vprint.vp@gmail.com
- + 92 300 519 254 3
- www.vprint.com.pk

392-A، گلی نمبر 5-A، لین نمبر 5، گلریز ہاؤسنگ سکیم-2، راولپنڈی

تہجھ کے

کتاب دوست اور علم پرور رئیس

خواجہ محمد خان اسد [۱۹۱۹ء-۱۹۸۰ء]

کی یاد میں

جنہوں نے "میرا کتب خانہ" کی بنا ڈالی

اور

ارباب علم و کمال اور طلبائے شعر و ادب کا رخ حضور کی طرف موڑ دیا۔



مرنے والے مرتے ہیں لیکن فنا ہوتے نہیں

وہ حقیقت میں کبھی ہم سے جدا ہوتے نہیں

سلکِ دُرر

۱۱	پیش لفظ	ڈاکٹر معین الدین عقیل	♦
۱۷	مقدمہ	ارشاد محمود ناشاد	♦
۳۳	متن		♦
۳۵	۱	مسعود بن سعد بن سلمان لاہوری	
۳۶	۲	مولانا حسن صفائی لاہوری	
۳۷	۳	مولانا شمس الدین یحییٰ اودھی	
۳۷	۴	مولانا شیخ حمید الدین دہلوی	
۳۸	۵	قاضی عبدالمتقندر	
۳۸	۶	مولانا معین الدین عمرانی	
۳۹	۷	مولانا احمد تقاضی سیری	
۳۹	۸	قاضی شہاب الدین	
۴۰	۹	مولانا شیخ علی مہانگی	
۴۰	۱۰	مولانا شیخ سعد الدین خیر آبادی	

۴۰	مولانا عبداللہ ابن الہ داد العثماني	۱۱
۴۱	مولانا الہ داد جون پوری	۱۲
۴۱	مولانا شیخ علی متقی	۱۳
۴۲	شیخ محمد طاہر پٹنی	۱۴
۴۳	شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی	۱۵
۴۴	شیخ ابوالفیض فیضی	۱۶
۴۵	شیخ صبغت اللہ بروجی	۱۷
۴۶	شیخ احمد فاروقی سرہندی	۱۸
۴۷	ملا عصمت اللہ سہارن پوری	۱۹
۴۷	شیخ عبدالحق دہلوی	۲۰
۴۸	شیخ نورالحق دہلوی	۲۱
۴۸	ملا محمود فاروقی جون پوری	۲۲
۴۹	ملا عبدالحکیم سیال کوٹی	۲۳
۵۰	شیخ عبدالرشید جون پوری	۲۴
۵۱	میر محمد زاہد کابلی	۲۵
۵۲	ملا قطب الدین شہید سہالوی	۲۶
۵۲	مولوی قطب الدین شمس آبادی	۲۷

۹		
۵۳	قاضی محبت اللہ بہاری	۲۸
۵۳	حافظ امان اللہ بن نور اللہ بناری	۲۹
۵۴	شیخ غلام نقش بند	۳۰
۵۴	شیخ احمد معروف بہ ملا جیون	۳۱
۵۵	سید عبد الجلیل بلگرامی	۳۲
۵۷	سید علی بن سید احمد شیرازی	۳۳
۵۹	سید محمد ابن سید عبد الجلیل بلگرامی	۳۴
۵۹	سید سعد اللہ سلونی	۳۵
۶۰	سید طفیل محمد بن شکر اللہ بلگرامی	۳۶
۶۰	شیخ نور الدین احمد آبادی	۳۷
۶۱	ملا نظام الدین سہالوی	۳۸
۶۲	شیخ محمد حیات سندھی مدنی	۳۹
۶۲	شیخ عبد اللہ ابن شیخ سالم بصری	۴۰
۶۳	سید محمد یوسف بلگرامی	۴۱
۶۳	سید قمر الدین حسینی اورنگ آبادی	۴۲
۶۵	میر نور الہدیٰ اورنگ آبادی	۴۳
۶۵	سید غلام علی آزاد بلگرامی	۴۴

۶۷

حواشی و تعلیقات

♦

۱۱۷

کتابیات

♦

۱۲۵

اشاریہ [اماکن، رجال، کتب و رسائل]

♦

ضمیمہ اول

♦

۱۳۹

الف: دیباچہ (طبع اول) از خواجہ حسن نظامی

۱۵۰

ب: خاتمہ از آغا محمد طاہر

ضمیمہ دوم

♦

۱۵۵

اشاعتِ اول کے پہلے اور آخری صفحات کا عکس

پیش لفظ

ہماری علمی تاریخ میں رجال اور تذکرہ نویسی کی روایت بہت مستحکم رہی ہے۔ اگرچہ یہ مسلمانوں کی تاریخ نویسی کے فن و اصول کے تحت اس کا لازمہ رہی لیکن بطور ماخذ یہ دونوں، تاریخ نویسی اور تذکرہ نویسی، ایک دوسرے کے لیے معاون رہے ہیں۔ تذکرہ نویسی ایک انفرادی یا افراد کی تاریخ ہے۔ تاریخ نویسی نے تذکرہ نویسی کے لیے بنیادیں فراہم کیں اور تذکرہ نویسی نے تاریخ نویسی کو بنیادی مواد فراہم کیا۔ چنانچہ ان دونوں کا ارتقا یا سفر متوازی اور مشترکہ ہر دو صورتوں میں ساتھ ساتھ رہا ہے۔ تاریخ نویسی کی کوئی مبسوط مثال شاید ہی ایسی ہو جس میں رجال یا تذکرہ درون متن یا بصورت باب یا بصورت ضمیمہ شامل نہ ہو۔ ہندوستان کے عہد اسلامی میں جو تاریخیں لکھی گئیں، بالخصوص ضخیم و مبسوط تاریخیں، ان میں یا تو متعلقہ رجال کا ذکر درون متن ہی دیکھا جاسکتا ہے یا علیحدہ باب کی صورت میں یہ موجود ہیں۔ طبقات اکبری (نظام الدین ہروی)، منتخب التواریخ (عبدالقادر بدایونی) اور مرآة العالم (محمد بن خاور خاں) وغیرہ اس نوع کی جامع مثالیں ہیں۔

تاریخ نویسی سے قطع نظر، خود تذکرہ نویسی نے بذاتہ بھی خاص فروغ پایا۔ تذکرہ نویسی کی اس مستقل نوعیت نے تاریخ نویسی کے متوازی یا ساتھ ساتھ ہی ارتقا حاصل کیا اور یہ بالعموم عرب دنیا کے معاشرتی نظام میں قبیلوں و خاندانوں کے شجروں اور احوال سے شروع

ہو کر عمومی و تاریخی نوعیت کے افراد کے حالات کی جمع آوری تک پہنچی، جسے عرب دنیا سے باہر بالخصوص ترکی و ایران اور شمالی افریقہ میں زیادہ فروغ حاصل ہوا اور پھر ذوق و شوق اور بڑی حد تک ضرورتوں نے صوفیہ و مشائخ اور علما و مصنفین اور شاعروں کے تذکرے لکھنے کا ایک عام رجحان پیدا کر دیا، جس کی ایک بہت مستحکم روایت نے ایران و ہندوستان میں حد درجہ مقبولیت حاصل کی۔ اس روایت کے تحت ہندوستان میں ایسے تذکرے بھی لکھے گئے جن میں، صوفیہ و مشائخ کے تذکروں سے قطع نظر، کہ جو بالعموم صرف ان ہی کے لیے مخصوص رہے ہیں، مشترکہ صورت میں علما و مصنفین اور شاعر بیک وقت شامل ہیں اور ساتھ ہی سیاست داں و مدبرین اور دانش ور بھی۔ مائثر الامراء (شاہ نواز خاں)، فرحت الناظرین (محمد اسلم پسروری) اور مائثر الکرام (آزاد بلگرامی) ایسے تذکروں میں نمائندہ ہیں جو اٹھارویں صدی میں لکھے گئے۔ ان میں مؤخر الذکر کے مؤلف غلام علی آزاد بلگرامی نے اس وقت تذکرہ نویسی کی جانب توجہ دی اور نہایت اہم تذکرے تصنیف کیے جب یہ روایت ہندوستان میں بہت مستحکم ہو چکی تھی اور اردو میں بھی تذکرہ نویسی کا آغاز ہو گیا تھا۔ آزاد بلگرامی کے دیگر تذکروں میں سرور آزاد (شعراے بلگرام و دیگر)، ید بیضا (شعراے فارسی)، خزانہ عامرہ (شعراے ہند و ایران) میں شاعروں کا تذکرہ ہے، جب کہ مبحثہ المرجان جزوی طور پر اور مائثر الکرام مکمل طور پر علماً و فضلاً کے لیے مخصوص ہیں۔ اس آخر الذکر نوعیت کے تذکرے، شعراً کے تذکروں کی نسبت کم لکھے گئے ہیں لیکن یہ قسم اردو میں تو، کہیں جزوی اور کہیں کلی صورت میں، ایک عرصے بعد خاصی مقبول ہوئی۔ انیسویں صدی کے اختتام، یا محمد حسین آزاد کے زیر نظر تذکرہ علما کی تصنیف تک، علماً کے متعدد چھوٹے بڑے، اہم غیر اہم، تذکرے لکھے گئے، جن میں سے اکثر شائع بھی ہوئے۔ یہاں یہ بات، اس تذکرے کے فاضل مرتب ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد کے

مطابق، واضح ہے کہ آزاد بلگرامی کا تذکرہ مائثر الکرام ہی بڑی حد تک محمد حسین آزاد کے اس تذکرے کا محرک اور بنیادی ماخذ معلوم ہوتا ہے۔ اس طرح مائثر الکرام، کچھ تو اپنی نوعیت اور موضوع کے تحت اور کچھ آزاد بلگرامی کی عالمانہ شخصیت و حیثیت کے زیر اثر بعد میں نہ صرف علماء کے تذکروں کے لکھنے کے لیے ایک محرک ثابت ہوا بلکہ خود اس زیر نظر تذکرے کے لیے بھی ایک مثال بنا ہے۔

محمد حسین آزاد نے اپنی دیگر تصانیف: سخندانِ فارس، دربارِ اکبری اور آبِ حیات میں تذکرہ نویسی کے اپنے رجحان، دل چسپی اور ذوق و شوق کا اچھا خاصا مظاہرہ کیا تھا، جو ان کے متعلقہ منصوبوں کے لیے ایک حد تک ضروری تھا۔ ممکن ہے کہ وہ اس ضمن میں علماء کا بھی ایک تذکرہ، شاید ایک مستقل حیثیت میں، لکھنے کے خواہاں رہے ہوں اور اس کے لیے مواد یکجا کرتے رہے ہوں جو اس موجودہ حالت میں اس حد تک ایک شکل بھی اختیار کر چکا ہو۔ بظاہر اس میں شامل علماء میں پہلا نام مسعود سعد سلمان کا اور آخری نام آزاد بلگرامی کا ہے جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ شاید اسے وہ زمانی اعتبار سے مرتب کرنا چاہتے تھے لیکن آزاد بلگرامی (متوفی ۱۸۶۷ء) پر پہنچ کر رک گئے اور مزید اپنے دور تک نہ بڑھ سکے۔ یہاں یہ یقین کیا جاسکتا ہے کہ انہوں نے یہ تذکرہ، بلکہ ایک دو مزید کتابوں کے ساتھ، اپنی زندگی کے آخری عرصے میں، حالتِ جنون میں، جو ۱۸۸۴ء سے وقفوں وقفوں سے ان کی وفات ۱۹۱۰ء تک بسیط ہے، تحریر کیا۔ اس طرح کم از کم پچھلی ایک صدی کے علماء کی شمولیت بھی اس تذکرے میں ان کے پیش نظر رہی ہوگی، جس کے اس منصوبے کی حد تک پیش نظر نہ رہنے کا کوئی جواز بھی بظاہر نظر نہیں آتا اور کوئی وجہ بھی نہیں کہ وہ اپنے اس تذکرے کو محض آزاد بلگرامی کے ذکر پر ختم کر دیتے۔

زیر نظر تذکرے کے فاضل مرتب ڈاکٹر ارشد محمود ناٹھاد نے اس کی ترتیب کے دوران

ضروری تحقیق و جستجو کے عمل سے گزرتے ہوئے یہ کھوج لگایا ہے کہ آزاد نے اپنے اس تذکرے کو تحریر کرتے ہوئے دراصل مائیں الکرام کو بنیاد بنایا ہے اور اس کی انہوں نے بہت واضح شہادتیں بھی پیش کی ہیں، جو اس امر کا ثبوت ہیں کہ واقعتاً آزاد نے یہی کیا اور اس کی تحریر تک مزید زیادہ جستجو نہ کی یا جستجو نہ کر سکے اور دیگر مآخذ سے استفادہ نہ کیا، تب ہی اپنے تذکرے کو آزاد بلگرامی کے ذکر پر روک دیا اور دیگر مآخذ سے استفادے اور اس تذکرے کی تکمیل کا انہیں موقع یا مہلت نہ مل سکی۔ ورنہ وہ شاید ایسا ضرور کرتے۔

ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد کے اس انکشاف سے یہ امر بھی سامنے آتا ہے کہ خود ڈاکٹر ناشاد نے اس کو مرتب کرنے کے لیے کس حد تک جستجو کی ہے کہ آزاد کے اصل مآخذ تک پہنچنا بھی انہوں نے ضروری سمجھا، جو ایک حقیقی مرتب و مدون کا دیانت دارانہ فریضہ ہے۔ یہ ممکن تھا اور بہت آسان بھی، کہ جیسا بالعموم مرتبین کا طریقہ کار ہے کہ متن کو، اگر وہ منحصر بہ فرد ہے، تو بعینہ نقل کر دیا جائے اور زیادہ سے زیادہ اس پر چند حواشی اور اگر وہ کچھ زیادہ مستعد بھی ہے تو کچھ تعلیقات کا اضافہ کر دیا جائے اور بس۔ لیکن متن کی، اگر وہ منحصر بہ فرد ہو تب بھی، امکانی صحت اور متن کے مطالب، ان کی اصل و بنیاد، مآخذ وغیرہ کی جستجو، تلاش اور دید و دریافت اصول و فن تحقیق کے اعتبار سے ایک اچھے مرتب و محقق کے پسندیدہ اعمال و وظائف ہیں۔

یہاں یہ امر خاصا متاثر کن ہے کہ اس تذکرے کے فاضل مرتب ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد نے اس کی ترتیب میں یہ سب عذاب سہے ہیں۔ انہوں نے کمال تحقیق و جستجو سے جہاں یہ کھوج لگالیا کہ آزاد کے اس تذکرے کا اصل اور اہم مآخذ کیا ہے؟ اور آزاد نے اس سے کس حد تک استفادہ کیا ہے؟ اور اس کے دیگر مآخذ کون سے ہیں؟ انہوں نے یہ بھی کیا ہے کہ ایک خاصا معلوماتی اور مفید مقدمہ لکھ کر اس تصنیف کی نوعیت، کیفیت اور اس کے مطالب کے

بارے میں ساری ضروری واہم معروضی تفصیلات بھی فراہم کر دی ہیں۔ ان خصوصیات اور اوصاف سے بڑھ کر ڈاکٹر ناشاد کی محنت اور جستجو کے اعتراف کے لیے ان کے تحریر کردہ وہ تعلیقات بھی کافی ہیں جو انہوں نے متن میں شامل ہر شخص پر لکھے ہیں اور ان میں نہ صرف دیگر مآخذ اور معاون کتب سے مزید ضروری معلومات یکجا کی ہیں بلکہ ہر ایک کے احوال و آثار کے بارے میں مزید یا متعلقہ مآخذ کی نشان دہی بھی کی ہے۔ تحقیق میں یہ وہی انتہائی مفید اسلوب ہے جسے مالک رام اور خاص طور پر ڈاکٹر محمد ایوب قادری نے اختیار کیا اور فروغ دیا۔

سوانح و آثار اور تاریخی و ارتقائی نوعیت کے مطالعات اور جائزوں کے مقابلے میں حوالہ جاتی اہمیت و نوعیت کے منصوبوں پر کام کرنا اور بالخصوص تدوین و ترتیب متن عرق ریزی، انتھک جستجو اور پتہ ماری کے کام ہیں۔ یہاں یہی صورت ہے۔ ڈاکٹر ناشاد نے اس متن کو مرتب کرنے میں جس جستجو و محنت کا ثبوت دیا ہے، وہ سامنے ہے۔ اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ متن اپنی نوعیت اور اسلوب کی سطحیت کے لحاظ سے معمولی تھا، اور اس کا دوسرا کوئی نسخہ موجود نہ ہونے کی وجہ سے اختلاف نسخ کا بھی یہاں مسئلہ نہ تھا، اس کے باوجود ڈاکٹر ناشاد نے اپنے اس منصوبے اور اس کام کو بہت سنجیدگی سے لیا اور تحقیق و ترتیب متن کے جو ممکنہ تقاضے تھے، انہیں انتہائی اخلاص اور دیانت داری سے پورا کیا ہے۔ اس طرح، خصوصاً آج کے محققین اور جامعات کے اساتذہ و طلبہ کے سامنے، کہ جہاں دیگر اداروں کے مقابلے میں اب تحقیقی سرگرمیاں نسبتاً زیادہ ہیں، ایک مثال اور نمونہ پیش کیا ہے کہ ایک معمولی سے متن کو بھی سنجیدگی سے کس طرح اہمیت دی جائے؟ اسے تحقیق و دیانت کے تقاضوں کے تحت کیسے مرتب کرنا چاہیے؟ متن کی تحقیق کیسے کی جائے؟ مآخذ اور مصادر کیسے ہوتے ہیں؟ اور انہیں کیسے تلاش کیا جاتا ہے؟

اسی طرح یہاں یہ کہنا بھی بے جا نہ ہوگا کہ تحقیق میں سطحی تاریخی جائزوں اور مطالعات کے مقابلے میں ترتیب و تحقیقِ متن کے کام زیادہ افادیت بھی رکھتے ہیں اور باقی بھی رہتے ہیں۔ بلکہ یہ علمی و ادبی تاریخ کے خلا پر کرتے ہیں۔ چوں کہ یہ کام مشکل اور دشوار ہوتے ہیں، کا تا اور لے دوڑی کا عمل اس میں کارگر نہیں ہو سکتا، اس لیے آج کے اہل پسندی کے دور میں، اپنی کاہلی و نااہلی کے سبب، ایسے کاموں کو کارِ فضول سمجھ کر کم ہی لوگ متوجہ ہوتے ہیں اور بہت کم ہی اس طرح سلیقے و سنجیدگی سے اپنا اور تحقیق کا فریضہ ادا کر سکتے ہیں۔ ڈاکٹر ناشاد سے بجا طور پر یہ توقع کی جاسکتی تھی۔ حالیہ عرصے میں ان کے جو تحقیقی مقالات منظر عام پر آئے ہیں، ان میں وہ ایک سنجیدہ اور لائق محقق کے طور پر متعارف ہوئے ہیں اور معیاری تحقیق کی ایک محدود سی دنیا میں ان کی یہ آمد بے حد خوش آئند اور امید افزا ہے۔ ان کا تعلق ملک کی ایک بڑی جامعہ سے ہے جہاں تحقیق کا ایک تسلسل قائم ہے۔ کسی جامعہ میں ہونے والے تحقیقی کام دیگر جامعات اور ان کے اساتذہ کے لیے نمونہ ہوتے ہیں۔ دعا ہے کہ ڈاکٹر ناشاد کی آمد سے جامعات میں تحقیق کی بخندوش صورت حال میں صحت مند اور معیاری تحقیق کو تحریک ملے، یہ بار آور رہے اور اسی طرح اعلیٰ تر افادیت سے ہم کنار ہو۔

ڈاکٹر معین الدین عقیل

کراچی



مقدمہ

[۱]

شمس العلماء مولوی محمد حسین آزاد اردو کے صاحب طرز نثر نگاروں میں گل سرسبد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ سائنسی، استدلالی اور منطقی نثر کی تحریک و ترغیب اور فروغ و ارتقا کے زمانے میں انہوں نے شعر و نغمہ میں ڈھلی اور متخیلہ میں بسی دل آویز اور معنی آفریں نثر لکھ کر سارے زمانے کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ ان کے رنگِ تحقیق پر گرفت ہوئی؛ ان کی جانب داری ہدفِ طنز بنی؛ ان کی سیاسی کارگزاری پر لوگ چسبے بہ جبیں ہوئے مگر ان کا اسلوبِ نگارش سکھ رائج الوقت رہا۔ ثقہ اور متدین عالموں سے لے کر شوخ و شنگ و ابستگانِ شعر و ادب تک ان کے رنگِ نثر کے قتل رہے۔ حالی ان کی خوش رنگ نثر کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں، شبلی جیسا صاحب طرز نثر نگار ان کے گپ ہانکنے کو وحی کا درجہ دیتا ہے؛ مہدی الافادی جیسا بالغ نظر نقاد ان کو اردو کا واحد اور خالص انشا پرداز ٹھہراتا ہے۔ ان کو اس رنگِ نثر کا موجد اور خاتم مانا گیا ہے۔ رنگِ آزاد کی کامیاب تقلید اور مکمل تتبع کا کوئی دعویٰ نہ کر سکا مگر بعد کے سب چنیدہ صاحبانِ نثر کی تحریروں میں رنگِ آزاد کی جلوہ سامانی جا بہ جا اپنی جھلک دکھا جاتی ہے۔

مولانا آزاد کا اسلوبِ نگارش خوش نما لفظوں کے ہیر پھیر، جمع کی کاری گری اور قافیے کی جھنکار کا منت گزار ہے نہ استعارے کی رنگینی، رعایتِ لفظی کی برجستگی، تشبیہ کی جاذبیت اور مبالغے کی اثر پذیری کا۔ اس میں کچھ کلام نہیں کہ یہ سب آرائشی اور تزئینی عناصر ان کی نثر میں رہے بے ہیں تاہم ان کے اسلوبِ نگارش کی بنیادی توانائی ان کی قوتِ متخیلہ ہے۔ ان کے تخیل کی ہمہ رنگی ان کے علم و فضل سے آمیخت ہو کر لفظ و معنی کے نئے جہانوں کی خبر دیتی ہے۔

مولانا محمد حسین آزاد ۱۸- ذوالحجہ ۱۲۴۵ھ/ ۱۰- جون ۱۸۳۰ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد گرامی مولوی محمد باقر اردو کے اولین اخبار نویس تھے جنہیں ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں

بڑھ چڑھ کر حصہ لینے، اپنے اخبار میں انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ چھاپنے اور مسٹر ٹیلر کی جان نہ بچانے کی پاداش میں پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔ آزاد اور ان کے خاندان کو دہلی بدر ہونا پڑا۔ ایک عرصے تک لکھنؤ، راجپوتانے اور پنجاب کی خاک چھانتے پھرے۔ ریاست حیدر میں ایک معمولی سی نوکری ملی، کچھ ماہ جگراؤں کے چھاپہ خانے میں ملازم رہے اور بالآخر سختیاں جھیلنے، ہنگامہ ہائے روز و شب سے الجھتے ۱۸۶۱ء میں لاہور پہنچے جہاں بڑی مشکل سے محکمہ جنرل پوسٹ ماسٹر میں سررشتہ داری کی نوکری ملی۔ کچھ عرصے بعد پنجاب کے محکمہ تعلیم میں سررشتہ دار کی حیثیت سے تقرر ہوا۔ ۱۸۶۵ء میں انگریزوں کے ایما پر پنڈت من پھول اور دو آدمیوں کے ہم راہ وسط ایشیا کے سیاسی حالات کا جائزہ لینے کے لیے بخارا کا سفر کیا۔ واپسی پر ”انجمن پنجاب“ کے سیکرٹری منتخب ہوئے۔ اس ادارے میں ان کی صلاحیتوں کو صحیح معنوں میں اظہار کا موقع ملا۔ جدید اردو شاعری، تنقید اور نثر جدید کے تمام رنگ اسی ادارے کی سرگرمیوں سے متشکل ہوئے۔ آزاد اس ادارے کی روح و رواں تھے اور اس ادارے کی کارگزاری میں انھی کا فیض نظر اور حسن عمل خون بن کر گردش کرتا رہا۔ گورنمنٹ کالج، لاہور اور پھر اورینٹل کالج، لاہور میں عربی زبان و ادب کی تدریس نے انھیں اظہار و بیان کے نئے قرینے عطا کیے۔ ان کی تصنیفی اور تالیفی زندگی کا بڑا سرمایہ انھی اداروں سے وابستگی کے زمانے میں منصب شہود پر جلوہ گر ہوا۔ علمی کاموں میں معاون و مددگار جوان سال بیٹی امتہ السکینہ کی موت [۱۸۸۴ء] نے انھیں عارضہ جنون میں مبتلا کر دیا۔ کچھ عرصے بعد اس سے نجات مل گئی مگر ۱۸۸۹ء میں دوبارہ اسی وارفتگی کا شکار ہوئے۔ حالت جنون میں بھی تصنیف و تالیف سے رشتہ قائم رکھا؛ سپاک اور نماک جیسے رسائل اسی زمانے کی یادگاریں ہیں۔ اکیس سال دیوانگی کی کیفیت میں گزار کر ۲۲۔ جنوری ۱۹۱۰ء کو راجہ علی ملک بقا ہوئے۔ مولانا آزاد کی شہرہ آفاق کتابوں میں آب حیات، دربار اکبری، نیرنگ خیال، سخن دان فارس، نگارستان فارس اور قصص ہند (حصہ دوم) شامل ہیں۔ دیگر چھوٹی بڑی تصانیف، تالیفات اور مرتبات کی تعداد تین درجن کے لگ بھگ ہے۔

[۲]

تذکرہ 'علما مولانا محمد حسین آزاد کی ایک نا تمام تالیف ہے جو ان کی زندگی میں تکمیل اور اشاعت سے محروم رہی۔ ان کی وفات کے بعد ان کے پوتے آغا محمد طاہر کو ان کے مسودات اور کاغذات سے تذکرہ 'علما کا مسودہ بھی دست یاب ہوا۔ آغا صاحب نے ان کی دیگر غیر مطبوعہ تالیفات و تصنیفات کی طرح اس تذکرے کی اشاعت کا بھی منصوبہ بنایا مگر جب انہوں نے تذکرے کا مطالعہ کیا تو اس کی "روکھی پھکی زبان" انہیں اسلوب آزاد کے شایان شان نہ لگی۔ اس وجہ سے انہوں نے وقتی طور پر اس تذکرے کی اشاعت کو مؤخر کر دیا۔ کچھ عرصے بعد انہیں اپنے کسی کام سے دہلی جانا پڑا، وہ اس تذکرے کو بھی اپنے ساتھ لے گئے اور ادیب شہیر خواجہ حسن نظامی کو دکھایا۔ خواجہ صاحب نے اسے تبرک آزاد جانتے ہوئے پسند فرمایا اور اس کی اشاعت پر اصرار کیا؛ یہی نہیں بل کہ آغا محمد طاہر کے حسب فرمائش اس پر مختصر دیباچہ بھی تحریر کر دیا۔ آغا محمد طاہر نے اس بات کو تذکرے کے اختتام پر "خاتمہ" میں یوں بیان کیا ہے:

"جہاں قبلہ و کعبہ [مولانا آزاد] کی اور تصانیف کے شائع کرنے کا مجھے فخر حاصل ہے وہاں اس تذکرہ [تذکرے] کی وجہ سے شرمندہ بھی ہوں۔ ان کی شیریں بیانی کے سامنے اس کی روکھی پھکی زبان کس طرح پیش کروں؟ خدا جانے لوگ کیا سمجھیں گے اور کیا کچھ نہ کہیں گے۔ مگر حقیقت یوں ہے کہ ان کے بستوں میں سے یہ چھوٹا سا رسالہ بھی ملا۔ اول میں نے اس کو کئی مرتبہ خود پڑھا پھر اور علمی مذاق رکھنے والے حضرات کو دکھایا مگر آج کل ہم لوگ مذہبی علوم سے اس قدر دور ہو گئے ہیں کہ کسی نے بھی ڈھب کی بات نہ بتائی۔ اسی عرصہ [عرصے] میں میرا جانا دہلی ہو گیا۔ چوں کہ یہ خیالات تازہ تھے، چند رسالہ [رسالے] اور یہ تذکرہ بھی ساتھ لے لیا۔ حضرت خواجہ صاحب قبلہ کو بھی دکھایا۔ انہوں نے اس کو پسند کیا

اور کئی بار فرمایا کہ اس کو ضرور چھپوادو۔ سب سے زیادہ یہ کہ اپنی عادت کے خلاف ایسا دیباچہ لکھا، جس کو حقیقت سے تعلق ہے۔“ (۱)

تذکرہ 'علما' پہلی بار کریمی پریس، لاہور سے شائع ہوا۔ اس پر کہیں بھی سال اشاعت درج نہیں البتہ خواجہ حسن نظامی کے دیباچے کے آخر میں ۳۰ مارچ ۱۹۲۲ء کی تاریخ درج ہے، جس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ تذکرہ 'علما' ۱۹۲۲ء میں زیور طبع سے آراستہ ہوا ہو گا۔ جمیل احمد رضوی نے کتابیات آزاد میں تذکرہ 'علما' کا سال اشاعت ۱۹۲۳ء درج کیا ہے۔ (۲) تذکرہ 'علما' صرف ایک بار ہی شائع ہوا، اس لیے رضوی صاحب کا یہ کہنا درست نہیں کہ یہ ۱۹۲۳ء میں شائع ہوا۔ اسد قیوم نے اپنے مقالے ”میرا کتب خانہ حضور کی اردو کتب کی توضیحی فہرست“ میں تذکرے کی تاریخ اشاعت ۳۰ مارچ ۱۹۲۲ء درج کی ہے۔ (۳) جیسا کہ پہلے بیان ہوا کہ متذکرہ تاریخ دیباچے کی تکمیل کی تاریخ ہے، اشاعت کی تاریخ نہیں۔ اس لحاظ سے ان کی پیش کردہ تاریخ اشاعت کو بھی درست تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔

تذکرہ 'علما' میں چوالیس علمائے کرام کے مختصر حالات بیان کیے گئے ہیں۔ کتاب کے اندرون سرورق اور خواجہ حسن نظامی کے دیباچے میں علمائے کرام کی تعداد چالیس بتائی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعد کی کتابوں اور مضامین میں جہاں کہیں تذکرہ 'علما' کا ذکر ہوا ہے، یہی غلطی دہرائی گئی ہے۔ ڈاکٹر رشید امجد نے تذکرہ 'علما' پر اپنے ایک مختصر تعارفی مضمون ”آزاد کا تذکرہ 'علما'“ میں بھی اس طرف اشارہ کیا ہے۔ (۴) تاہم وہ خود بھی اس غلطی سے نہ بچ سکے۔ وہ اسی تعارفی مضمون میں رقم طراز ہیں:

”بہتر صفحات میں چالیس علما کا ذکر ایسا ہی ہے، جیسے کسی بڑی تصنیف کے

لیے ابتدائی نکات جمع کیے گئے ہوں۔“ (۵)

مولانا محمد حسین آزاد نے یہ تذکرہ کیوں مرتب کیا؟ اس بارے میں کوئی حتمی جواب دینا ممکن نہیں۔ مختلف لوگوں نے قیاساً اس کی جمع و ترتیب کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے،

”اس مختصر تذکرہ [تذکرے] کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا نے تحصیل علم کے زمانہ [زمانے] میں یا مختلف کتابوں کے [کا] مطالعہ کرتے وقت، جس عالم کے حالات پڑھے ہیں، اس کا کچھ نہ کچھ حال اپنی نوٹ بک میں لکھ لیا ہے۔ اسی وجہ سے تذکرہ [تذکرے] کی ترتیب میں کوئی خاص لحاظ نہیں رکھا اور یہ سب کچھ شاید اسی خیال سے ہو کہ کبھی سب کے حالات سمیٹ کر [پھیلا کر] ایک ضخیم تذکرہ لکھتے۔ کیوں کہ ان لفظوں میں لکھے ہوئے تذکرہ [تذکرے] میں ہی جامعیت، مطلب و حالات و سوانح پر عبور معلوم ہوتا ہے۔ (۶)

خواجہ حسن نظامی:

تمام بیانات مختصر ہیں اور ان میں وہ خوبی نہیں پائی جاتی جو آزاد کی تحریر کا طرہ امتیاز ہے۔ یا تو یہ رسالہ جلدی میں لکھا گیا ہے اور یا اس کی تحریر میں مولانا کا جی نہیں لگا، یا ابتدائی مشق ہے۔ (۷)

ڈاکٹر حسن اختر:

تذکرہ علما مولانا آزاد کے نوٹس پر مشتمل ہے اور کوئی مستقل تصنیف نہیں ہے۔ (۸)

ڈاکٹر رشید امجد:

اس تذکرے کی نوعیت ابتدائی خاکے کی ہے۔ کتاب پر چوں کہ آزاد کا دیباچہ نہیں اس لیے بھی یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ تذکرہ انہوں نے کیوں لکھنا چاہا، کیا یہ کسی کی فرمائش تھی؟ (۹)

اس میں شبہ نہیں کہ یہ تذکرہ نامتو اور نامکمل ہے اور مختلف علما کے تذکار میں توازن و تناسب دکھائی نہیں دیتا۔ اس کے باوجود اسے عہد طالب علمی کی یادگار قرار دینا درست نہیں۔ یہ مختلف کتابوں کی خواندگی کی یادداشتیں بھی نہیں کیوں کہ کتاب کا ربط و ضبط اس کی نفی کرتا ہے۔ آغا محمد طاہر کا یہ کہنا بھی محل نظر ہے کہ تذکرے کی ترتیب میں کوئی خاص لحاظ نہیں رکھا گیا۔ یہ تذکرہ زمانوی اعتبار سے مرتب کیا گیا ہے اور دو ایک مقامات کے علاوہ اس میں بے ترتیبی دکھائی نہیں دیتی۔

تذکرہ 'علما میں چھٹی صدی ہجری سے بارہویں صدی ہجری تک کے چنیدہ علمائے کرام شامل ہیں۔ چھٹی اور ساتویں صدی ہجری کے ایک ایک عالم کا ذکر شامل تذکرہ ہے۔ سب سے زیادہ بارہویں صدی کے علمائے کرام شامل ہیں۔ تذکرے میں شامل علمائے کرام کی صدی وار تعداد یوں ہے:

تذکرہ	:	چھٹی صدی ہجری
کرام	:	ایک
شامل	:	ایک
ہیں۔	:	ساتویں صدی ہجری
سب سے	:	ایک
زیادہ	:	آٹھویں صدی ہجری
بارہویں	:	چار
صدی کے	:	چار
علمائے	:	نویں صدی ہجری
کرام کی	:	دسویں صدی ہجری
صدی وار	:	چھ
تعداد	:	گیارہویں صدی ہجری
یوں ہے:	:	آٹھ
	:	بارہویں صدی ہجری
	:	بیس

تذکرہ علما کے ماخذ و مصادر کا کہیں ذکر نہیں۔ میرے خیال کے مطابق اس تذکرے کی تالیف میں مولانا محمد حسین آزاد نے بہت زیادہ کتابوں سے استفادہ نہیں کیا۔ اس تذکرے میں شامل شخصیات کے احوال حیات اور واقعات کا ایک بڑا حصہ اخبار الاخبار، مائثر الکرام، تذکرہ علمائے ہند اور حقائق الحنفیہ سے واضح استفادے کا غماز ہے۔ مائثر

الکرام کا فیضان باقی سب تذکروں سے زیادہ ہے۔ تذکرہ علما کی چوالیس شخصیات میں سے چالیس کے لگ بھگ شخصیات کا ذکر مائثر الکرام میں موجود ہے اور تذکرہ علما کی اکثر عبارتوں پر مائثر الکرام کے ترجمے کا گمان ہوتا ہے۔ پیدائش اور وفات کی تاریخیں، مادہ ہائے تاریخ وفات اور کتب کے نام بالعموم وہی ہیں جن کا ذکر مائثر الکرام میں آیا ہے۔ مائثر الکرام سے استفادے کی چند مثالیں بہ طور مشتمل نمونہ از خروارے پیش کی جاتی ہیں:

☆ قاضی عبدالمقتدر

تذکرہ علما:

یہ عالم با معرفت ایام طالب علمی میں ہی شیخ نصیر الدین محمود اودھی دہلوی کی خدمت میں حاضر ہو کر مباحث علمیہ کرتے تھے۔ شیخ بھی ان کے مباحث کو پسند فرما کر تحصیل علوم میں ترغیب دیتے تھے۔ پھر انہوں نے شیخ سے بیعت کر کے طریقہ چشتیہ اختیار کیا۔ شیخ نصیر الدین محمود اور ان کے اکثر خلفا پابند شریعت تھے اور تدریس علوم میں مشغول رہتے تھے۔ شیخ مذکور کا مقولہ تھا کہ ایک مسئلہ شرعیہ میں فکر، غرور اور ریا کی ملی ہوئی ہزار رکعتوں سے بہتر ہے۔ (۱۰)

مائثر الکرام:

درآدان تحصیل بہ شرف ملازمت شیخ نصیر الدین محمود قدس سرہ می رسید و ذکر مقدمات علمی در میان می آرد۔ شیخ اور ابیارد دوست می داشت و اباحت او را تحسین می کرد و بہ تحصیل علم ترغیب می فرمود۔ آخر الامر دست بہ دامن ارادت زد و کمال صوری را با جمال معنوی ہم آغوش ساخت۔ ہموارہ بہ افادہ طلبہ می پرداخت و لب تشنگان را بہ سلسبیلی علوم سیراب می ساخت و طریقہ اربعہ شیخ نصیر الدین محمود و اکثر خلفا را نور اللہ مضاہم حفظ آداب

شریعت و اشتغال درس بود۔ شیخ نصیر الدین می فرمود یک مسئلہ شرعی فضل دارد بر ہزار رکعتی کہ آمیختہ با عجب وریا باشد۔ (۱۱)

☆ مولانا معین الدین عمرانی

تذکرہ علما:

ان کو سلطان محمد ابن تغلق شاہ والی ہند نے بہت سے تحفہ تحائف دے کر قاضی عضدالاتیجی کے پاس شیراز بھیجا تھا کہ اُن کو ہندوستان لے آئیں۔ سلطان ابواسحاق نے اُن کو نہ آنے دیا۔ جب یہ اُس مُلک میں پہنچے اور ان کے فضائل اور کمال کا حال وہاں کے لوگوں پر منکشف ہوا تو سلطان ابواسحاق اور وہاں کے علما نے ان کی بہت عزت اور توقیر کی۔ کنز، حسامی اور مفتاح العلوم کے حاشیہ ان کی تصانیف میں سے ہیں۔ (۱۲)

ماثر الکرام:

آوردہ اند کہ سلطان محمد، مولانا معین الدین راہبہ ولایت فارس نزد قاضی عضدالاتیجی فرستاد و التماس نمود کہ بہ ہندوستان تشریف آرد و متن موافق راہبہ نام او سازد۔ سلطان ابواسحاق والی شیراز مانع شد و فرمود تحت سلطنت بہ شام تسلیم می کنم و ہر خدمتے کہ باید بہ تقدیم می رسانم قاضی چون تو اوضاع سلطان را بہ این مرتبہ مشاہدہ کرد از عزیمت ہندوستان در گذشت و در وطن خود قدم اقامت افشرد و موافق راہبہ نام سلطان ابواسحاق موخ ساخت و نام اورا تا دور روزگار بہ کرسی عزت نشاند۔ مولانا معین الدین عمرانی وقتے کہ بہ خطہ شیراز وارد شد در آنجا آثار فضل و دانش از وہ ظہور رسید و بہ مزید اعزاز و اکرام اختصاں یافت۔ از تصانیف اوست حواشی کنز و حسامی

ومفتاح۔ (۱۳)

☆ مولانا احمد تھانیسری

تذکرہ علما:

امیر تیمور نے جب دہلی کو فتح کیا، تو ان کے فضائل و کمالات کا حال سن کر ان سے ملاقات کی اور اپنی صحبت میں رکھ لیا لیکن جب امیر تیمور ہندوستان سے روم کو گیا، تو یہ ہندوستان میں ہی رہ گئے۔ پھر دہلی کی بے رونقی دیکھ کر کالپی چلے گئے اور درس و تدریس میں مشغول ہوئے۔ یہاں تک کہ انتقال کیا اور قلعہ میں مدفون ہوئے۔ (۱۴)

مآثر الکرام:

صاحب قران امیر تیمور تعریف مولانا گوش کردہ در حضور طلبیدہ و جوہر فضل و کمال معائنہ نمودہ بہ مجالست و مصاحبت مخصوص ساخت۔ بعد معاودت موکب تیموری و برہم شدن رونق دہلی، مولانا احمد نیز با اہل و عیال قصد کالپی کرد و در آنجا طرح توطن ریخت و تتمہ عرصہ عمر را بہ تقدیم عبادت و درس علوم معمور ساخت۔ قبر مولانا درون قلعہ کالپی واقع شدہ۔ (۱۵)

☆ مولوی قطب الدین شمس آبادی

تذکرہ علما:

اصل میں یہ ایچی [ایشی] کے رہنے والے تھے۔ پھر شمس آباد وطن اختیار کیا۔ ابتدا میں مختلف علما سے کسب علوم کرتے رہے پھر ملا قطب الدین سہالوی کے شاگرد ہوئے اور فاتحہ الفراغ انھی کے پاس پڑھی۔ یہ آخر عمر تک شمس آباد میں درس دیتے رہے، بہت سے لوگ مستفید ہوئے۔ ستر

برس کی عمر میں ۱۱۲۱ھ [۱۰-۱۰۹۰ء] کو وفات پائی۔ (۱۶)

مآثر الکرام:

اصلش از سادات امیتی من مضافات اودھ است۔ از وطن خود نقل کرده
شمس آباد را مشرق انوار ساخت۔ شمس آباد از توابع قنوج است۔ سید
علامہ تحریر و فہمامہ بے نظیر بود تلمذ از فضلاء عصر نمود۔ آخر در حوزہ درس ملا
قطب الدین شہید سہالوی در آمد و قسطنطنیہ از علوم فرا گرفت و فاتحہ فراغ خواند
و در شمس آباد مسند افادی گسترد و جم غفیر را بہ افاضہ دانش و بنیاد مرتبہ کمال
و تکمیل کرامت نمود۔۔۔ قریب ہفتاد سال عمر یافت و در ۱۱۲۱ھ احدی و
عشرین ماہ و الف ورق حیات گرداند۔ (۱۷)

تذکرہ علما میں شریعت و طریقت کے علما شامل ہیں۔ اس تذکرے کی سب سے
بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں مختلف مسالک کے علما کو شامل کیا گیا ہے اور بے تعصبی کے ساتھ ان کے
احوال اور کارناموں کے بارے میں معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ بعض تذکار میں بے حد اختصار برتا
گیا ہے جس سے تفہمیگی کا احساس ہوتا ہے۔ تاہم زیادہ تر تذکار مناسب تعارف پیش کرتے ہیں۔ علما
کے ذکر میں اختلافی باتوں اور محیر العقول واقعات سے صرف نظر کیا گیا ہے۔ راقم کے خیال کے
مطابق یہ تذکرہ کسی نصابی ضرورت کی تکمیل کے لیے تالیف کیا گیا مگر بہ وجوہ نامتتام رہا۔ ڈاکٹر رشید
امجد اس تذکرے کی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

ان میں [شامل تذکرہ] اکثر علما شاعر بھی تھے اور انہوں نے کسی نہ کسی
حوالے سے اردو زبان کے فروغ میں حصہ لیا ہے لیکن ڈاکٹر محمد ایوب
قادری اور مولوی عبدالحق کی کتابوں میں ان میں سے کئی کا ذکر موجود
نہیں۔ اس لحاظ سے آزاد کا یہ تذکرہ ایک [؟] اہمیت کا حامل
ہے۔ (۱۸)

ڈاکٹر صاحب کے اس بیان سے راقم کو اتفاق نہیں۔ زیر نظر تذکرے میں شامل علمائے کرام میں سوائے مسعود بن سعد سلمان لاہوری اور سید غلام علی آزاد کے اردو زبان و ادب کے ساتھ کسی شخصیت کا کوئی راست تعلق نہیں۔ مسعود بن سعد کا ہندوی دیوان جس کا ذکر امیر خسرو اور محمد عوفی کی کتابوں میں ملتا ہے، دست یاب نہیں اور سید غلام علی آزاد سے منسوب ایک نثری کتاب گربہ نامہ پر ڈاکٹر نجم الاسلام کا دیدہ کشا تحقیقی کام منظر عام پر آچکا ہے، جس کے مطابق یہ کتاب غلام علی امر وہوی کی تصنیف ہے۔ (۱۹) غلام علی آزاد سے منسوب اردو شاعری کو بھی مقبول احمد صدیقی (۲۰) اور ڈاکٹر سید حسن عباس رد کر چکے ہیں۔ (۲۱)

تذکرہ علما کے متن میں املا اور کتابت کی متعدد غلطیاں موجود ہیں۔ یہ غلطیاں اسما، اماکن اور کتب میں بھی موجود ہیں۔ کئی جگہوں پر عربی کتابوں کو ”ال“ کے بغیر لکھا گیا ہے جیسے: شوارد بجائے الشوارد، عباب بجائے العباب۔ الزاوی کو الزوالی، کافیہ کو رجا فیہ، مولانا الہ داد جون پوری کو الہداد جون پوری، سلسلہ شطاریہ کو سلسلہ شکاریہ اور قحسی کو قحی لکھا گیا ہے۔

[۳]

تذکرہ آزاد کی کم یابی بل کہ نایابی کے باعث اسے اشاعت نو کے لیے انتخاب کیا گیا۔ کام ابھی ابتدائی مرحلے میں تھا کہ مجھے ایک سانحہ عظیم سے گزرنا پڑا۔ ۸- اکتوبر ۲۰۱۰ء کو میری والدہ محترمہ راہی ملک بقا ہوئیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کی چھاؤں اور دعاؤں سے محرومی نے مجھے ایک عرصے تک اپنی گرفت میں رکھا اور یوں یہ کام ۲۰۱۰ء میں مولانا آزاد کی سو سالہ برسی کے موقع پر اہل علم کی خدمت میں پیش ہونے سے محروم رہا۔ راقم نے متن کی تہذیب اور حواشی و تعلیقات کی ترقیم میں تحقیق اور تدوین کے اصولوں اور قاعدوں کو پیش نظر رکھا ہے۔ متن کی ترتیب و تہذیب میں حسب ذیل طریق کار اختیار کیا گیا ہے۔

۱۔ متن کو جدید املا کے مطابق مرتب کیا گیا ہے۔ پہلے ایڈیشن کے افلاط املا مثلاً: لئے، کئے، دیجئے، انہوں، انہیں، علماء، بقاء، روساء اور شعراء کو موجودہ اشاعت میں بالترتیب لیے، کیے، دیجئے، انہوں،

انھیں، علما، بقا، رؤسا اور شعرا کر دیا گیا ہے۔

۲۔ پہلے ایڈیشن میں اکثر دو لفظوں کو جوڑ کر لکھا گیا تھا، جیسے: اکتو، اسکے، یہاں تک، سمجھینگے، کہینگے اور کرونگا۔ زیر نظر اشاعت میں انھیں الگ الگ کر کے ان کو، اس کے۔ یہاں تک، سمجھیں گے، کہیں گے اور کروں گا، لکھا گیا ہے۔

۳۔ پہلے ایڈیشن میں مرکب اضافی میں بالعموم حرفِ اضافت کا استعمال دکھائی نہیں دیتا۔ تدوین نو میں ایسے تمام مرکبات، حرفِ اضافت کے ساتھ لکھے گئے ہیں۔

۴۔ اسما اور اماکن میں ہونے والی اغلاط کو برقرار رکھتے ہوئے قوسین کبیر میں ان کی تصحیح کر دی گئی ہے۔

۵۔ مؤلف یا کاتب سے لکھنے میں جو لفظ چھوٹ گیا ہے، اسے متعلقہ جگہ پر قوسین کبیر میں درج کر دیا گیا ہے۔

۵۔ متن میں مولانا آزاد نے ہجری تاریخیں دی ہیں، راقم نے ان کے سامنے قوسین کبیر میں عیسوی تاریخوں کا اضافہ کیا ہے تاکہ عام قارئین کو دشواری نہ ہو۔

۶۔ تذکرے میں کئی جگہوں پر امالے کا لحاظ نہیں رکھا گیا تھا، تدوین نو میں ایسے مقامات پر قوسین کبیر کے ذریعے نشان دہی کر دی گئی ہے۔

۷۔ متن میں آنے والی کتابوں اور رسائل کے ناموں کو نستعلیق کے بہ جائے خطِ نسخ میں لکھا گیا ہے۔

۸۔ طبعِ اول میں جس ترتیب سے علمائے کرام کا ذکر ملتا ہے، اشاعتِ نو میں بھی اسی ترتیب کی پیروی کی گئی ہے۔ اگرچہ بعض مقامات پر یہ ترتیب زمانوی اعتبار سے درست نہیں۔

۹۔ پہلے ایڈیشن میں متن سے پہلے خواجہ حسن نظامی کا دیباچہ اور آخر میں آغا محمد طاہر کا ”خاتمہ“ تھا۔ اب ان دونوں تحریروں کو کتاب کے آخر میں ضمیرہ اول کے تحت شامل کیا گیا ہے۔

۱۰۔ تذکرے میں شامل علمائے کرام کے بارے میں اضافی معلومات کو حواشی و تعلیقات میں درج

کیا گیا ہے۔ ہر اندراج کے خاتمے پر ”مزید مطالعے کے لیے“ کے عنوان سے ان کتابوں کے نام صفحہ نمبر کی قید کے ساتھ درج کیے گئے ہیں، جن میں زیر تذکرہ شخصیت کے بارے میں مواد موجود ہے۔ کتابیات میں کتابوں کے پورے کوائف درج کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ کتابیات کو مصنفین کے ناموں کے بہ جائے کتب کے عنوانات کی الف بائی ترتیب کے مطابق تیار کیا گیا ہے۔

۱۱۔ پہلے ایڈیشن کے سرورق، اندرون سرورق اور پس سرورق کے عکس ضمیمہ دوم میں شامل کیے گئے ہیں۔

[۴]

تذکرہ آزاد کی تدوین نو اور حواشی و تعلیقات کی تیاری میں مجھے جن صاحبان علم کا خصوصی تعاون حاصل رہا ہے، ان کے ذکر اور شکر یہی کے بغیر اس کام کو کسی طرح بھی مکمل قرار نہیں دیا جاسکتا۔ مخدومہ امیر جان لائبریری، نوالی (گوجران) کے مالک و منتظم صاحب زادہ حسن نواز شاہ میرے نہایت عزیز دوست ہیں۔ انھوں نے اس کام میں جس ذوق و شوق کے ساتھ میری، کی، اس کا شکر یہ ادا کرنے کے لیے میں خود کو قاصر پاتا ہوں۔ انھوں نے نہ صرف اپنے کتب خانے سے درجنوں نادر و نایاب کتابیں تلاش کیں بل کہ میرے غریب خانے تک پہنچانے کی زحمت بھی اٹھائی۔ بعض کتابیں دوسرے اہل علم کے نجی کتب خانوں سے بھی فراہم کیں۔ ان کی یہ کتابیں تقریباً ایک سال تک میرے پاس رہیں۔ یہی نہیں بل کہ متن کی پروف خوانی اور حواشی و تعلیقات میں متعدد اضافات کر کے میرے کام کو مکمل بنانے کا جتن بھی کیا۔ ان کے اس غیر معمولی علمی تعاون پر میں انھیں ہدیہ سپاس پیش کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ خالق ارض و سماں کی توفیقات میں اضافہ کرے اور انھیں ہمیشہ بامرادر رکھے۔ میرا کتب خانہ، حضور کے مالک و مہتمم جناب راشد علی زئی کا شکر یہ بھی واجب ہے، جن کے کتب خانے کے اس نسخے نے مجھے کام کرنے کا موقع دیا۔ دنیائے تحقیق کے نام و راستاد پروفیسر ڈاکٹر معین الدین عقیل صاحب کا شکر یہ کس طرح ادا کیا جائے کہ

حوالہ جات:

- ۱۔ خاتمہ، آغا محمد طاہر، مشمولہ، تذکرہ علما: لاہور، کریمی پریس، [۱۹۲۲ء]، ص ۶۸-۶۹
- ۲۔ کتابیات آزاد، سید جمیل احمد رضوی، مشمولہ، راوی، آزاد نمبر (منتخب مضامین)، مرتبہ، ڈاکٹر سعادت سعید، لاہور، شعبہ اُردو، جی سی یونیورسٹی، ۲۰۱۰ء، ص ۱۸۱
- ۳۔ میرا کتب خانہ حضور کی اُردو کتب کی توضیحی فہرست، اسد قیوم، اسلام آباد، شعبہ اُردو، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، ۲۰۱۰ء، ص ۴۷ (غیر مطبوعہ)
- ۴۔ مشمولہ: جرنل آف ریسرچ (اُردو)، ملتان، شعبہ اُردو، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، جون ۲۰۱۰ء، ص ۲۳-۳۰
- ۵۔ ایضاً، ص ۲۸
- ۶۔ خاتمہ، مشمولہ، تذکرہ علما: ص ۶۹-۷۰
- ۷۔ دیباچہ، مشمولہ، تذکرہ علما: ص ۴
- ۸۔ مولانا محمد حسین آزاد کی درسی کتابیں، مشمولہ، راوی، آزاد نمبر: ص ۱۱۲
- ۹۔ آزاد کا تذکرہ علما، مشمولہ، جرنل آف ریسرچ (اُردو): ص ۲۸
- ۱۰۔ تذکرہ علما: ص ۱۱-۱۲
- ۱۱۔ معائنہ الکرام: ص ۱۶۶
- ۱۲۔ تذکرہ علما: ص ۱۲-۱۳
- ۱۳۔ معائنہ الکرام: ص ۱۶۷-۱۶۸
- ۱۴۔ تذکرہ علما: ص ۱۳-۱۴
- ۱۵۔ معائنہ الکرام: ص ۱۶۹
- ۱۶۔ تذکرہ علما: ص ۴۲

۱۷۔ مائثر الکرام: ص ۲۰۰

۱۸۔ تذکرہ علما: ص ۲۷

۱۹۔ دیکھیے: آزاد بلگرامی سے منسوب گریبہ نامہ، مشمولہ، تحقیق (شمارہ خاص)، حیدرآباد، شعبہ اُردو،

سندھ یونیورسٹی، ۹۷-۱۹۹۶ء، ص ۹۱۱-۹۲۵

۲۰۔ دیکھیے: حیاتِ جلیل: مقبول احمد صدیقی، الہ آباد، رام نرائن لال پبلشر، ۱۹۲۹ء

۲۱۔ آزاد بلگرامی سے منسوب آثار، مشمولہ، تحقیق (شمارہ خاص): ص ۳۹۷-۴۰۲



متن

۱۔ مسعود بن سعد بن سلمان لاہوری

ہمدان کے رہنے والے تھے۔ ان کے والد سعد بن سلمان، ہمدان سے ہندوستان میں آئے اور لاہور کو وطن اختیار کیا۔ سلطان ابراہیم ان کے ساتھ اس طرح پیش آیا کہ وطن کو بھول [کر] لاہور ہی میں شادی کر لی۔ پھر تو صاحبِ عمل ہو گئے۔ یہیں مسعود پیدا ہوئے۔ تحصیلِ علم میں اور فضلا کے شاگرد ہو کر فضیلتِ علمی حاصل کی اور ایسا اعتبار پیدا کیا کہ سلطان نے بعض شہروں کی حکومت عطا کی۔ یہ خود شاعر تھے اور شاعروں اور عالموں کے بہت قدردان تھے۔ کچھ عرصہ کے بعد سیف الدین محمود ابن سلطان ابراہیم کے مصاحب ہو گئے۔ ۲۷۲ھ [۸۰-۱۰۷۹ء] میں کسی نے سلطان کے پاس چغلی کھائی کہ سیف الدین بھاگ کر ملک شاہ سلجوقی کے پاس بہ ارادہ فساد جایا چاہتا ہے۔ پادشاہ نے اسی وقت قید کیا۔ ان کے اکثر مصاحبوں میں سے کسی کو قید اور کسی کو قتل کیا۔ مولانا مسعود کو بھی قلعہ نامی میں قید کیا۔ بیس برس تک قید رہے۔ اس عرصہ میں قرآن حفظ کیا اور نظم میں بہت کچھ تصنیف کیا۔ اکثر نظمیں ان میں بہت پُر تاثیر تھیں۔ پادشاہ کے پاس بہ امیدِ عفو تصور بھیجا مگر قبول نہ ہوا۔ ان کے دیوان تین زبانوں میں موجود تھے۔ اب فقط دیوانِ فارسی ملتا ہے، عربی، ہندی مفقود ہو گئے۔ وطواط نے حدائق السحر میں لکھا ہے کہ مسعود کے اکثر اشعار کلامِ جامع ہیں، خصوصاً وہ اشعار جو حالتِ قید میں کہے ہیں اور اس راستہ [راستے] میں عجم کے شاعروں میں سے کوئی اس کے لشکر کی گرد تک نہ پہنچا، نہ خوبی معافی میں نہ لطافتِ الفاظ میں۔

۲۔ مولانا حسن صغانی لاہوری

اس عالمِ معرفت کی جائے ولادت لاہور ہے۔ ان کے بزرگوں میں سے ایک شخص صغان سے لاہور میں آ رہے تھے اس واسطے ان کو صغانی کہتے ہیں۔ محمود ابن سلیمان کفوی کتاب اعلام الاخبار میں لکھتے ہیں کہ حسن ابن محمد ابن حسن ابن حیدر صغانی عمر ابن خطاب خلیفہ ثانی کی نسل میں سے تھے۔ فقہ اور حدیث کے سوا اور علوم میں بھی دخل رکھتے تھے۔ یہ لاہور میں پندرہویں صفر ۵۷۷ ہجری [۲۹ جون ۱۱۸۱ء] میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد سے تحصیلِ علوم کر کے ۶۱۵ھ [۱۲۱۸ء] میں بغداد کو چلے گئے۔ جہاں ایک مدت تک رہ کر مختلف علوم میں کتابیں تصنیف کیں ان کی ایک کتاب الشوارد لغات میں ہے اور شرح القلاوہ السمیطیہ فی توشیح الدریدیہ اور کتاب الافتعال اور کتاب العروض اور کتاب مشارق الانوار بھی انھی کی تصنیف [تصنیفات] سے ہیں۔ حدیث میں مصباح الدجی اور الشمس المنیرہ، شرح البخاری درۃ السحابہ اور اُس کی شرح اور کتاب الفرائض اور لغت میں کتاب العباب لکھنی شروع کی تھی مگر تمام نہ کرنے پائے تھے کہ ۶۵۰ھ [۱۲۵۲ء] میں بغداد میں انتقال کیا۔ انھوں نے وصیت کی تھی کہ جو مجھ کو مکہ میں دفن کرے، اُس کو پچاس دینار دیے جائیں۔ حسبِ وصیت یہ اسی سال مکہ میں دفن کیے گئے یہ ایک مدت تک مکہ معظمہ [میں] رہے تھے۔ وہاں سے عراق کی طرف چلے گئے تھے۔ ۶۱۷ھ [۱۲۲۰ء] میں بہ طریق سیر ہندوستان میں آئے۔ ۶۲۳ھ [۱۲۲۷ء] میں واپس گئے پھر اسی طرح ہندوستان آئے اور ۶۳۷ھ [۱۲۳۹-۴۰ء] میں بغداد

واپس گئے۔ انھوں نے مکہ اور عدن اور ہندوستان میں بہت سے علما سے حدیث کی سماعت کی۔ (۲)

۳۔ مولانا شمس الدین یحییٰ اودھی

ظہیر الدین بکری [بھکری] اور فرید الدین شافعی کے شاگرد تھے اور سلطان المشائخ نظام الدین بدایونی [بدایونی] دہلوی سے طریقہ چشتیہ اختیار کیا۔ یہ اپنے شیخ کے پاس دہلی میں رہنے لگے اور درس و تدریس میں مشغول ہوئے۔ یہاں تک کہ دارالخلافہ دہلی میں ریاست تدریس ان کو حاصل ہو گئی اور شیخ نظام الدین کی وفات [۱۸/ربیع الآخر ۷۲۵ھ/۳/اپریل ۱۳۲۵ء] کے چند سال بعد انتقال کر گئے۔ (۳)

۴۔ مولانا شیخ حمید الدین دہلوی

یہ اکثر تدریس میں مشغول رہے۔ آخر ۶۴۲ھ [۶۳-۱۳۶۲ء] میں دار بقا کی طرف رحلت گزری ہوئے۔ ان کی ہدایہ پر ایک شرح انیق ہے۔ صاحب کشف الظنون لکھتے ہیں کہ یہ شرح ممزوج اور لطیف ہے۔ الحمد للہ کہ ہم کو اس کتاب کی آخر تک خدمت میسر ہوئی۔ علامہ ابن کمال [ابن کمال] کہتے ہیں کہ یہ شرح جلیل تمام شروح کا خلاصہ مگر ایجاز کی جگہ اطناب کیا ہے اور اطناب کی جگہ ایجاز۔ اسی واسطے اس پر اعتراضات وارد ہوئے ہیں کیوں کہ کلام کا سلسلہ بے جوڑ ہو گیا۔ اسی وجہ سے علما اور فضلا کی نظر سے گر گئی۔ پھر کشف الظنون [؟] علامہ ابن کمال [ابن کمال] کہتے ہیں کہ یہ اگرچہ فرید عصر اور وحید تھے لیکن تحقیق سے دور تھے اور اکثر مصنفات میں طریقہ جدل اختیار کیا خصوصاً شرح ہدایہ میں یہاں تک پہنچ گئے کہ

بڑے بڑے متکلمین کو عوامِ جاہلین اور بڑے بڑے مشائخ اور مجتہدین کو عام مقلدین میں سے بنا دیا۔ (۴)

۵۔ قاضی عبدالمتقندر ابن قاضی رکن الدین

الشریحی الکندی الدہلوی

یہ عالم با معرفت ایام طالب علمی میں ہی شیخ نصیر الدین محمود اودھی دہلوی کی خدمت میں حاضر ہو کر مباحثِ علمیہ کرتے تھے۔ شیخ بھی ان کے مباحث کو پسند فرما کر تحصیلِ علوم میں ترغیب دیتے تھے۔ پھر انھوں نے شیخ سے بیعت کر کے طریقہ چشتیہ اختیار کیا۔ شیخ نصیر الدین محمود اور ان کے اکثر خلفا پابندِ شریعت تھے اور تدریسِ علوم میں مشغول رہتے تھے۔ شیخ مذکور کا مقولہ تھا کہ ایک مسئلہ شرعیہ میں فکر، غرور اور ریا کی ملی ہوئی ہزار رکعتوں سے بہتر ہے۔ شیخ نصیر الدین محمود (چراغِ دہلی) نے اٹھارہویں ماہ رمضان کو ۱۲۵۷ھ [۱۴ ستمبر ۱۳۵۶ء] میں انتقال کیا، دہلی میں مدفن [مدفون] ہوئے، یہ شیخ نظام الدین بدایونی [بدایونی] دہلوی کے صاحبِ سجادہ تھے۔ قاضی عبدالمتقندر نے چھبیسویں محرم ۱۲۹۱ھ [۲۵ جنوری ۱۳۸۹ء] کو اٹھاسی برس کی عمر میں وفات پائی۔ دہلی میں حوضِ شمش کے قریب مدفون ہیں۔ (۵)

۶۔ مولانا معین الدین عمرانی دہلوی

یہ بڑے فاضلِ جلیل اور مدرسِ نبیل تھے۔ ان کو سلطان محمد ابن تغلق شاہ والی ہند نے بہت سے تحفہ تحائف دے کر قاضیِ عضدالاتجی [۶۸۰ھ-۵۶۷ھ/۸۲-۱۲۸۱

-۱۳۵۵ء] کے پاس شیراز بھیجا تھا کہ اُن کو ہندوستان لے آئیں۔ سلطان ابواسحاق نے اُن کو نہ آنے دیا۔ جب یہ اُس مُلک میں پہنچے اور ان کے فضائل اور کمال کا حال وہاں کے لوگوں پر منکشف ہوا تو سلطان ابواسحاق اور وہاں کے علما نے ان کی بہت عزت اور توقیر کی۔ کنز، حسامی اور مفتاح العلوم کے حاشیہ ان کی تصانیف میں سے ہیں۔ (۶)

۷۔ مولانا احمد تھانیسری

یہ باوجود کمال علم کے شاعر بھی تھے۔ اس پر شیخ نصیر الدین اودھی دہلوی (چراغِ دہلی) کے مرید ہوئے۔ امیر تیمور نے جب دہلی کو فتح کیا، تو ان کے فضائل و کمالات کا حال سُن کر اُن سے ملاقات کی اور اپنی صحبت میں رکھ لیا لیکن جب امیر تیمور ہندوستان سے روم کو گیا، تو یہ ہندوستان میں ہی رہ گئے۔ پھر دہلی کی بے رونقی دیکھ کر کالپی چلے گئے اور درس و تدریس میں مشغول ہوئے۔ یہاں تک کہ انتقال کیا اور قلعہ میں مدفون ہوئے۔ (۷)

۸۔ قاضی شہاب الدین بن شمس الدین

بن عمر الزاوی الدولت آبادی

یہ دولت آباد، دہلی میں پیدا ہوئے۔ قاضی عبدالمتقدر دہلوی اور خواجگی دہلوی سے علم حاصل کیا کہ اپنے تمام اقران و امثال سے فوقیت لے گئے۔ اُن کے حق میں قاضی عبدالمتقدر کہتے ہیں کہ یہ طالب علموں سے میرے پاس ایسا طالب علم آیا کہ

جس کی جلد بھی علم ہے اور گوشت بھی علم ہے اور ہڈی بھی علم ہے۔ جب کہ تیمور دہلی کی طرف چلا تو خواجگی اُس کے پہنچنے سے پہلے دہلی سے کالپی کو چلے گئے۔ قاضی بھی ان کے ہمراہ چلے آئے تھے خواجگی تو کالپی میں ٹھہر گئے اور قاضی جون پور کو چلے گئے۔ سلطان ابراہیم شرقی والی جون پور نے ان کے آنے کو غنیمت سمجھ کر ان کی بڑی عزت کی، ملک العلماء کا خطاب عطا فرمایا۔ انھوں نے تصنیف و تالیف کا سلسلہ ہلایا۔ نایاب کتابیں لکھیں، اُن میں فارسی میں تفسیر کلام مجید ہے اور کافیہ کے حاشیہ ارشاد نحو میں ایک متن ہے اس میں یہ التزام کیا ہے کہ تعریف ہی کے ضمن میں مثالیں بھی دی ہیں۔ بدایع المیزان فن بلاغت میں ایک متن ہے اور شرح بزودی اصول فقہ میں بحث امر تک اور قصیدہ بانست سعادت کی ایک شرح بسیط ہے۔ فارسی میں ایک رسالہ تقسیم علوم اور اسی عبارت میں مناقب السادات وغیرہ۔ یہ پچیسویں ماہ رجب ۸۲۹ھ [۲۷ اکتوبر ۱۴۲۵ء] کو اس دارِ فانی سے رحلت گزریں ہوئے اور جون پور میں سلطان ابراہیم شرقی کی مسجد کے جنوبی جانب میں مدفون ہوئے۔ (۸)

۹۔ مولانا شیخ علی ابن شیخ احمد مہانمی

قریش میں ایک فقہ ناسئہ [ناٹھ] کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے اکثر آدمی سیاسی دباؤ میں آ کر مدینہ منورہ سے حجاج ابن یوسف کے خوف سے بھاگ کر ساحل بحر ہند پر آ رہے تھے۔ شیخ اسی میں پیدا ہوئے۔ علوم مروجہ کو حاصل کر کے کمال تک پہنچایا۔ یہ توحید و جود کی قائل اور محی الدین عربی کے پیرو تھے۔ ماہ جمادی الاول ۸۳۵ھ [جنوری ۱۴۳۲ء] میں ان کا انتقال ہو گیا، مہانم میں مدفون ہوئے۔

لوگ ان کی زیارت کرتے ہیں۔ ان کی تصنیفات میں یہ کتابیں: تفسیرِ رحمانی، زوارف شرح عوارف المعارف، شرح فصوص الحکم، شرح نصوص شیخ صدرالدین قونوی۔ ادلتہ التوحید، رسالہ عجیبہ، اعراب الم وغیرہ کے تخریجِ اعراب میں۔ (۹)

۱۰۔ مولانا شیخ سعد الدین خیر آبادی

ان کے والد شہر خیر آباد کے قاضی تھے۔ ان کو چھوٹا سا چھوڑ کر مر گئے۔ جب یہ مکتب میں بیٹھے، پہلے قرآن شریف شروع کیا، ہر روز اپنا سبق یاد کر لیتے تھے اور رات کو ہزار مرتبہ کہہ کر حفظ کر لیتے تھے۔ یہاں تک کہ اسی طرح تمام قرآن حفظ کر لیا۔ یہ شیخ اعظم لکھنوی کے شاگرد ہیں۔ سلوک میں انھوں نے شیخ مینا لکھنوی کا طریقہ اختیار کیا۔ ان کی وفات کے بعد یہ لکھنؤ میں چند روز تک مقیم رہے۔ ایک دن خواب میں ان کے شیخ نے کہا کہ خیر آباد چلے جاؤ، حسب ارشاد یہ خیر آباد جا رہے۔ وہاں درس و تدریس میں مشغول ہوئے۔ انھوں نے کئی کتابوں کی شرح لکھی۔ ان میں سے شرح بزودی، شرح حسامی، شرح کافیہ [اور] شرح مصباح ہے [ہیں]۔ رسالہ مکبہ کی شرح میں اپنے شیخ کے اکثر حالات اور مقولات بیان کیے ہیں۔ یہ مرتے دم تک اپنے شیخ کے طریقہ [طریقے] پر رہے مزار ان کا خیر آباد میں ہے۔ (۱۰)

۱۱۔ مولانا عبداللہ ابن الہ داد العثماني التلبینی [تلمیسی]

ان کو متول و منقول اور فروع و اصول میں کمال حاصل تھا۔ مدتِ دراز تک اپنے وطن میں درس [و] تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ جب اُس شہر میں فتنہ و فساد برپا

ہوا تو دہلی میں ہجرت کر آئے اور سلطان سکندر لودھی کی خدمت میں پہنچ کر بہت آبرو حاصل کی۔ پھر درس و تدریس میں مشغول ہوئے۔ یہ ۹۲۲ھ [۱۵۱۶ء] میں رہ سپاہِ ملکِ عدم ہوئے۔ تاریخ ہوئی: ”اولئک لہم الدرجات العلی“ قبران کی دہلی میں ہے اور میزان المنطق کی شرح ان کی مؤلفات میں سے ہے۔ (۱۱)

۱۲- مولانا الہ داد جون پوری

یہ عبداللہ تلبینی [تلمیسی] کے شاگرد ہیں اور راجی حامد شہ مانک پوری سے انھوں نے طریقہ حاصل کیا۔ تمام عمر حواشی اور شروح اور شرح الشروح لکھنے میں صرف کی۔ شرح ہدایہ کئی جلدوں میں اور شرح بزودی اور حواشی، حواشی ہندیہ پر اور حاشیہ تفسیر مدارک پر ان کی تصنیفات میں سے ہے [ہیں]۔ (۱۲)

۱۳- مولانا شیخ علی متقی

ان کے آبا و اجداد جون پور کے رہنے والے تھے۔ کسی وجہ سے برہان پور میں چلے آئے تھے۔ یہ وہیں پیدا ہوئے۔ جوان ہو کر حسام الدین متانی وغیرہ سے علم حاصل کیا۔ پھر ۹۵۳ھ [۱۲۴۶-۴۷ء] میں حرین شریفین کی طرف سفر کیا اور شیخ ابوالحسن بکری [م: ۹۵۲ھ/۱۵۴۵ء] سے پڑھنے لگے۔ تحصیل علم کے بعد مکہ معظمہ میں توطن اختیار کیا اور تصنیف و تالیف میں مشغول ہوئے۔ اس سلسلہ میں سیوطی کی جمع الجوامع کو مرتب کیا۔ شیخ ابوالحسن بکری کہتا تھا کہ سیوطی کا احسان تمام عالم پر ہے اور متقی کا احسان سیوطی پر۔ ان کی فارسی عربی کی تصنیفات سو سے زیادہ ہیں۔ شیخ

ابن حجر کی صاحبِ صواعقِ محرقہ پہلے تو ان کے استاد تھے پھر ان کے شاگرد ہوئے۔ یہ دوسری جمادی الاول ۹۷۵ھ [۳ نومبر ۱۵۶۷ء] میں مر گئے۔ ”قضیٰ نحبہ“ تاریخ وفات ہوئی۔ مرتے وقت انہوں نے یہ وصیت لکھی تھی:

”بسم اللہ الرحمن الرحیم. الصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد وعلیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین۔ فقیر الی اللہ علیٰ ابن حسام الدین متقی کے دنیا سے کوچ کرنے اور آخرت میں پہنچنے کے دن یہ وصیت ہے کہ اس فقیر کو حالتِ طفولیت میں والد نے شیخ باجن کا مرید بنا دیا تھا اور ان کا طریقہ سماع اور صفا اور وجد اور بے قراری کا تھا۔ جب بالغ ہوا تو اپنے والد کی موافقت اور اس قول کے مطابق کہ لڑکا بالغ ہو کر چاہے اسی کو شیخ بنا لے جس کا مرید بنایا گیا یا کسی اور کو مگر میں نے انھی کو اپنا شیخ اختیار کیا۔ جب والد اور شیخ دونوں مر گئے تو شیخ عبدالحکیم ابن شیخ باجن سے مشائخِ چشت کا طریقہ اختیار کیا۔ پھر میں ایسے شیخ کا مشتاق ہوا جو مہماتِ طریقہ حقہ کے لیے کافی ہو۔ پس ملتان جا کر شیخ حسام الدین متقی [کذا] کی صحبت میں مدت تک رہا۔ پھر حرمین شریفین کی طرف چلا گیا اور شیخ ابوالحسن بکری سے طریقہ قادر یہ اور شاذلیہ اور مدنیہ اختیار کیا اور یہی طریقہ محمد بن محمد سخاوی سے بھی اختیار کیے۔“ (۳۱)

۱۴۔ شیخ محمد طاہر فتنی [پٹنی]

ان کو حدیث میں اچھا دخل تھا۔ پہلے علمائے گجرات سے کچھ حاصل کیا پھر حرمین شریفین کی طرف چلے گئے اور وہاں کے مشائخ میں سے شیخ علی سے خاص کر بہت کچھ حاصل کیا۔ پھر اپنے وطن میں آ کر حسبِ وصیت اپنے شیخ کی تالیف اور

تصنیف میں مشغول ہوئے۔ مجمع البحار غریب حدیث میں اور مغنی
اسما الرجال میں اور تذکرہ الموضوعات ان کے تالیفات میں سے ہیں۔
انہوں نے اپنے شیخ کی طرح بوروں [بوہروں] کے دفع کرنے کی، جو سید محمد جون
پوری کے تابع تھے، جس نے مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا، کوشش اور قسم کھائی کہ جب
تک ان کو دفع نہ کروں گا، عمامہ سر پر نہ رکھوں گا۔ جب اکبر بادشاہ نے ۹۸۰ھ [۷۳-
۱۵۷۲ء] میں گجرات کو فتح کیا اور شیخ سے ملاقات کی تو اپنے ہاتھ سے اُس کے سر پر
عمامہ باندھا اور وعدہ کیا کہ ہم تمہارے ارادے کو پورا کریں گے اور مرزا عزیز کو کہہ
وہاں کی حکومت دی۔ اس نے حتی المقدور اُن کے دفع کرنے میں سعی کی۔ جب یہ
معزول ہوا اور اس کی جگہ خان اعظم عبدالرحیم خان خاناں وہاں کا والی ہوا تو اس کے
شیعہ ہونے کی وجہ سے بوروں [بوہروں] نے پھر قوت پائی۔ شیخ نے پھر عمامہ سر سے
پھینک دیا اور بادشاہ کی طرف چلا جب اُجین میں پہنچا تو فرقہ مہدیہ کے چند لوگوں
نے ۹۸۶ھ میں ان کا کام تمام کیا۔ ان کو فتن [پٹن] میں ان کے اسلاف کی مقابر میں
لا کر دفن کیا۔ شیخ عبدالقادر ابن شیخ ابی بکر مفتی مکہ معظمہ ان کے پوتے ہیں۔ ان کو اور
علوم کے علاوہ فقہ میں بہت دخل تھا۔ فتاویٰ چار جلدوں میں اور مجموعہ
المنشآت ان کی تالیف ہے۔ ۱۱۳۸ھ [۲۶-۲۵۷۱ء] میں ان کا انتقال ہوا۔ (۱۳)

۱۵- شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی

یہ ماہ محرم ۹۱۱ھ [جون ۱۵۰۵ء] میں پیدا ہوئے ان کا مولد جاپانیر ہے،
وہیں پرورش پائی پھر گجرات چلے گئے اور ملا عماد طاری سے علم حاصل کیا۔ شیخ قاضی

سے طریقہ لیا۔ ۹۹۸ھ [۱۵۸۹ء] اتوار کے دن انیسویں صفر کو یہ انتقال کر گئے۔
 گجرات میں مدفون ہوئے۔ لَہُم جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا تاریخ وفات ہوئی۔
 حاشیہ تفسیر بیضاوی، شرح نخبہ اصول حدیث میں، حاشیہ عضدی،
 حاشیہ تلویح، حاشیہ بزودی، حاشیہ ہدایہ، حاشیہ شرح وقایہ،
 حاشیہ مطول، حاشیہ مختصر، حاشیہ شرح تجرید، حاشیہ
 اصفہانی، حاشیہ شرح العقاید تفتازانی، حاشیہ قدیمہ محقق دوانی،
 حاشیہ شرح مواقف، حاشیہ شرح حکمتہ العین، حاشیہ شرح
 المقاصد، حاشیہ شمیہ، حاشیہ شرح جغمینی، شرح تحفہ شاہیہ،
 شرح رسالہ ملا علی قوشجی فارسی میں، حاشیہ فوائد ضیائیہ، شرح
 ارشاد نحو میں، شرح ابیات منہل، شرح جام جہاں نما تصوف میں، شرح
 رسالہ کلید مخازن حقیقت محمدیہ میں ان کی تصنیفات سے ہیں۔ (۱۵)

۱۶۔ ملک الشعرا شیخ ابوالفیض فیضی

یہ بہت بڑے عالم اور بے نظیر شاعر تھے۔ ۹۵۴ھ [۱۵۴۷ء] میں اکبر آباد
 میں پیدا ہوئے اور اپنے والد شیخ مبارک صاحب تفسیر منبع عیون سے علم حاصل کیا
 اور چودہ ہی برس کے سن میں تمام علوم عربیہ اور حکمت میں مہارت پیدا کی۔ جب اکبر
 بادشاہ نے ان کے کمال کا شہرہ سنا تو ۹۷۴ھ [۱۵۶۶-۶۷ء] میں ایک فرمان ان
 کے طلب میں بھیجا۔ جب یہ بادشاہ کے پاس پہنچے تو ان کو اپنے مقررین اور مصاحبوں
 میں داخل کیا۔ اس پر ملک الشعرا کا لقب اور زیادہ فرمایا۔ بادشاہ کی تعریف میں ان

کے فارسی قصائد بہت بڑے بڑے ہیں۔ کُل فارسی دیوان کے اشعار پندرہ ہزار ہیں۔ موارد الکلم علم اخلاق میں بے نقط عربی عبارت میں ایک رسالہ ان کی تصنیف سے ہے۔ فارسی میں لیلوتی کا ترجمہ کیا اور سواطع الالہام تفسیر قرآن کو بے نقط دو برس میں لکھ کر ۱۰۰۲ھ [۱۵۹۳ء] میں تمام کیا۔ سورہ اخلاص [سے] امیر حیدر معنائی کاشانی نے اس کی تاریخ اتمام نکالی؛ شیخ فیضی نے اس کے صلہ [صلے] میں دس ہزار روپیہ عنایت کیا۔ (۱۶)

۱۷۔ سید صبغت اللہ بروجی

انہوں نے شیخ وجیہ الدین گجراتی سے تحصیل علم کی پھر انہی سے طریقہ اختیار کیا۔ کچھ مدت تک حسب ارشاد شیخ درس و تدریس میں مشغول ہوئے۔ پھر حرمین شریفین کی طرف چلے گئے۔ جب لوٹ کر آئے تو ۹۹۹ھ [۱۵۹۰-۹۱ء] میں مالوہ کی طرف چلے گئے۔ یہاں سے زیارت نبوی کے شوق میں احمد نگر کی طرف گئے، وہاں کے حاکم برہان الدین کی وجہ سے ایک سال تک ٹھہرنا پڑا پھر حرمین شریفین جانے کے ارادے سے بیجا پور پہنچے۔ ابراہیم سلطان نے ان کی عزت کی اور اسباب سفر مہیا کر کے خاص سلطانی جہاز میں سواری کا حکم دیا۔ مع متعلقین اماکن مقدسہ میں پہنچے اور کوہ احد میں سکونت اختیار کی۔ رسالہ جواہر خمسہ کا عربی میں ترجمہ کیا۔ ان کے شاگرد شیخ احمد شنادی نے اس پر حاشیہ لکھا۔ شیخ محمد عقیلہ مکی نے اپنی کتاب لسان الزمان میں ان کا حال اس طرح لکھا ہے کہ سید صبغت اللہ ابن روح اللہ حسینی طریقہ شکاریہ [شطاریہ] کے شیخ المشائخ ہیں۔ انہوں نے طریقہ شکاریہ [شطاریہ] سید وجیہ

الدین سے اختیار کیا اور انھوں نے محمد غوث صاحب جواہرِ خمسہ سے۔ ان سے اکثر لوگوں نے مثل سید میر اور سید السعد بلخی اور شیخ احمد شنادی کے فائدہ اٹھایا۔ کتاب الوحده اور رسالہ ارأاة الدقایق فی شرح مرأاة الحقایق اور مالا یسع ترکہ للمرید کل یوم من سنن القوم ان کی تصنیفات سے ہیں۔ ۱۰۱۵ھ [۷-۱۶۰۶ء] میں انھوں نے مدینہ منورہ میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔ (۱۷)

۱۸۔ شیخ احمد ابن شیخ عبدالاحد فاروقی سرہندی

یہ ماہ صفر ۹۷۱ھ [ستمبر/اکتوبر ۱۵۶۳ء] میں پیدا ہوئے۔ صغریٰ ہی میں قرآن حفظ کیا۔ ابتدا میں اپنے والد [عبدالاحد فاروقی] سے پڑھتے رہے۔ پھر سیال کوٹ جا کر کمال الدین کشمیری [م: ۱۰۱۷ھ/۱۶۰۸ء] سے معقول پڑھا اور یعقوب کشمیری سے حدیث پڑھی۔ شیخ عبدالرحمان سے کتب تفسیر اور صحاح ستہ وغیرہ کا اجازہ حاصل کیا۔ سترہ برس کے سن میں تحصیل علم سے فارغ ہو کر تصنیف و تالیف میں مشغول ہوئے اور کئی رسالہ [رسالے] عربی فارسی تصنیف کیے۔ پھر سرہند سے دلی چلے گئے اور خواجہ عبدالباقی [م: ۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء] سے طریقہ نقش بند یہ لیا اور طریقہ چشتیہ اپنے والد سے لیا تھا پھر طریقہ قادریہ شیخ سکندر [کیتلی] سے لیا۔ خواجہ عبدالباقی نے ان کی بہت تعریف لکھی ہے۔ چنانچہ جب یہ اول ہی اول اُن کے پاس پہنچے ہیں تو اُن کی تعریف میں ایک شخص کو لکھتے ہیں: ”شیخ احمد سرہندی ایک عالم باعمل ہے، فقیر اس کے ساتھ چند روز بیٹھا ہے اور بہت سے عجائبات اس کی اوقات میں دیکھے ہیں۔“

معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک علم کا سورج ہوگا کہ تمام عالم اس سے منور ہو جائے گا۔“ پھر لوگوں کی تعلیم و تلقین میں مصروف ہوئے اور ان کا نام روم و شام تک مشہور ہو گیا۔ ان کے فارسی مکتوبات تین جلدوں میں ہیں جو ان کے تبحر پر دلالت کرتے ہیں۔ ان کو شاہ جہاں نے تین برس تک حصول برکت کی نیت سے قید رکھا۔ بعد تین برس کے اس شرط پر کہ لشکر میں رہیں، چھوڑ دیا۔ چند روز لشکر میں رہے اور پھر مرخص ہو کر سرہند چلے آئے اور اٹھائیسویں صفر ۱۰۳۲ھ [۹ دسمبر ۱۶۲۳ء] کو سرہند میں انتقال کیا اور وہیں مدفون ہوئے۔ ”رفع المراتب“ تاریخ وفات ہوئی۔ (۱۸)

۱۹۔ ملا عصمت اللہ سہارن پوری

یہ مشہور عالموں سے تھے مگر آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔ اکثر عمر درس و تدریس میں صرف کی۔ فوائد ضیائیہ پر ایک حاشیہ لکھا۔ ۹۳۹ھ [۳۳-۱۵۳۳ء] میں وفات پائی۔ (۱۹)

۲۰۔ شیخ عبدالحق دہلوی

یہ ہندوستان میں بہت مشہور عالموں میں سے ہیں۔ ان کے قبہ مزار کی لوح پر یہ لکھا ہے کہ یہ جب سے سن شعور کو پہنچے، طاعت حق اور طلب علم کے لیے کمر باندھی اور شروع بلوغ ہی میں اکثر علوم دیدیہ حاصل کر لیے۔ بائیسویں برس ہی تمام علوم کی تحصیل سے فارغ ہوئے، کلام الہی حفظ کر لیا اور مسند افادرت [افادات] پر جلوہ کیا۔ عنقوان شباب ہی میں ان کو جذبہ الہیہ نے کھینچ لیا، پس قطع تعلق کر کے حرمین محترمین کی طرف چلے گئے اور مدت تک وہاں اقطاب زمان اور اولیائے کبار کی صحبت

میں رہے۔ وہاں سے گراں بہا امانتِ رخصتِ ارشاد لے کر اور فنِ حدیث میں کامل ہو کر بڑی برکتوں سے واطنِ مالوف کی طرف پھرے اور باون برس تک بہ جمعیتِ ظاہر و باطن تکمیلِ اولاد و طالبانِ علم میں مصروف رہے۔ ہمیشہ علم کے پھیلائے میں ساعی رہے۔ خصوصاً علمِ حدیث میں ان کو ایسی دستِ گاہِ حاصل ہوئی کہ اس علم کے علمائے سابقین و لاحقین کو میسر نہ ہوئی۔ ان کی تصنیفات اکثر علوم میں ہیں خصوصاً علمِ حدیث میں بہت معتبر کتابیں ہیں کہ علمائے اپنا دستور العمل بنایا۔ ان کی مصنفاتِ صغیر و کبیر سو جلدوں میں ہے [ہیں]۔ یہ محرم ۹۵۸ھ [جنوری ۱۵۵۱ء] میں پیدا ہوئے اور ۱۰۵۲ھ [۱۶۴۲ء] میں انتقال کر گئے۔ یہ ۹۸۵ھ [۱۵۷۷ء] میں شیخِ موسیٰ قادری کے پاس گئے اور ان سے طریقہ قادریہ لیا اور جب مکہ گئے تھے تو شیخ عبدالوہاب سے کتب حدیث کا اجازہ بھی لیا تھا۔ (۲۰)

۲۱۔ شیخ نور الحق ابن شیخ عبدالحق دہلوی

یہ اپنے باپ کے شاگرد ہیں۔ شاہِ جہان نے ان کو اکبر آباد کی قضا پر مقرر کر دیا تھا، بڑی متانت سے انھوں نے کارگزاری کی۔ ان کی تصنیفات کثیرہ میں صحیح بخاری فارسی ترجمہ بھی ہے۔ یہ نوے برس کی عمر میں ۱۰۷۳ھ [۱۶۶۲ء] کو انتقال کر گئے۔ انا لله وانا اليه راجعون (۲۱)

۲۲۔ ملا محمود فاروقی جون پوری

یہ بڑے زبردست عالم تھے خصوصاً معقولات میں بڑی دستِ گاہ رکھتے تھے۔ یہ اپنے دادا شاہ محمد کے، جو ۱۰۳۲ھ [۱۶۲۲-۲۳ء] میں فوت ہوئے اور شیخ محمد

افضل جون پوری کے کہ علمائے کالمین میں سے تھے، شاگرد تھے۔ انھیں شیخ محمد افضل کے تمام شاگردوں میں ان کو [کذا] بہت امتیاز حاصل تھا۔ سترہ برس ہی کے سن میں تحصیل علوم سے فارغ ہو گئے تھے۔ پھر تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گئے۔ شمس بازغہ اور قاضی عضد الدین اتجی کی فوائد غیاثیہ پر جو علم معانی میں ایک کتاب ہے، شرح لکھی اور فوائد شرح فوائد نام رکھا۔ اس پر ایک حاشیہ بھی لکھا۔ ان سے تمام عمر میں کوئی قول ایسا صادر نہیں ہوا کہ پھر اس سے رجوع کیا ہو۔ جب کوئی سوال کرتا تھا تو اگر دل جمعی ہوتی تھی تو جواب دیتے تھے ورنہ کہہ دیتے تھے کہ اس وقت دل برداشتہ ہے۔ ان کے شاگرد مؤلف صبح صادق نے لکھا ہے کہ یہ تحصیل علم کر کے جون پور سے اکبر آباد چلے گئے اور آصف خاں سے ملے، میں اکبر آباد ہی میں ان کی خدمت میں پہنچا۔ پھر جون پور آ کر درس و تدریس میں مشغول ہوئے اور ۱۰۶۲ھ نویں ربیع الاول [۱۹ فروری ۱۶۵۲ء] کو انتقال کر گئے۔ شیخ محمد افضل ان کے استاد، زندہ تھے، اس موت کا ان کو بہت صدمہ ہوا اور چالیس روز تک بالکل نہ ہنسے اور چالیسویں دن اپنے شاگرد سے جا ملے۔ (۲۲)

۲۳۔ ملا عبد الحکیم سیال کوٹی

یہ ملا کمال الدین کشمیری کے شاگرد تھے۔ تھوڑی ہی مدت میں یہ پایہ کمال کو پہنچ گئے۔ شاہ جہاں گیر [کذا] کے عہد میں اپنے شہر میں درس و تدریس میں مشغول رہے۔ جب شاہ جہان بادشاہ ہوا تو کئی مرتبہ یہ اس کے پاس گئے۔ اس نے ان کی بہت عزت کی اور دو مرتبہ روپوں کے برابر تلو اکراں کو وہ روپیہ دے دیا جس کی مقدار

ہر دفعہ کی چھ [چھ] ہزار ہوتی ہے اور بہت سے گاؤں بھی ان کو عطا کیے کہ یہ بہ فراغت مال و فراخی حال تصنیف و تالیف میں مشغول ہوئے اور عمدہ عمدہ کتابیں لکھیں۔ یہاں تک کہ اٹھارھویں ربیع الاول ۱۰۶۷ھ [۳ جنوری ۱۶۵۷ء] کو انتقال کر گئے اور سیال کوٹ میں مدفون ہوئے۔ حاشیہ تفسیر بیضاوی، حاشیہ مقدمات [اربعہ] تلویح، حاشیہ مطول، حاشیہ شرح مواقف، حاشیہ شرح عقائد [نسفی] تفتازانی، حاشیہ شرح عقاید [ملا جلال] دوانی، حاشیہ [بر] حاشیہ خیالی، حاشیہ شرح شمس، حاشیہ حاشیہ عبدالغفور [بر فوائد ضیائیہ]، حاشیہ شرح مطالع [الانوار]، رسالہ الدر الثمنیہ اثبات واجب میں۔ شرح حکمتہ العین کے حاشیوں پر حاشیہ، شرح ہدایہ الحکمتہ کے حاشیوں پر حاشیہ [اور] مراح الارواح کے حاشیوں پر حاشیہ ان کی تصنیف سے ہیں۔ (۲۳)

۲۲۔ شیخ عبدالرشید جون پوری ملقب [بہ] شمس الحق

یہ شیخ فضل اللہ جون پوری کے شاگرد تھے اور اپنے والد شیخ مصطفیٰ سے طریقہ اختیار کیا تھا۔ ابتدا میں درس و تدریس میں مشغول رہے پھر کتب حقائق کا مطالعہ کرنا شروع [کیا]۔ خصوصاً محی الدین عربی کی کتابوں کو بہت دیکھتے تھے اور ان کے اکثر کلمات کی تاویل کی۔ یہ امر اور اغنیا کی صحبت سے احترام کرتے تھے۔ شاہ جہان نے ان کے اوصاف سن کر ان کو طلب کیا مگر یہ نہ آئے یہاں تک کہ ۱۰۸۳ھ [۷۳-۱۶۷۲ء] میں انتقال کر گئے۔ رشیدیہ فن مناظرہ میں، زاد السالکین شرح اسرار

ظلمت ابن عربی، رسالہ المحکوم المربوط ابن عربی کے بعض کلام کا ترجمہ، شرح مختصر عضدی پر حواشی، متفرقہ کافیہ پر حواشی فارسی، مقصود الطالبین اور ادو وظائف میں [اور] دیوان فارسی ان کی تصنیفات میں سے ہیں۔ (۲۴)

۲۵- میر محمد زاہد ابن قاضی محمد اسلم ہروی کابلی

یہ ہندوستان میں پیدا ہوئے اور یہیں تربیت پائی۔ اپنے والد اور دیگر علما سے علم حاصل کیا۔ تکمیل علم کر کے شاہ جہان کی طرف سے ۱۰۶۲ھ سے کابل میں وقائع نگاری کا کام مدت تک کرتے رہے۔ عالم گیر کے زمانے میں بھی کچھ مدت تک یہ کام کیا پھر ۱۰۷۷ھ اُس کے لشکر کے محتسب مقرر ہوئے۔ پھر بادشاہ سے صدارت کابل حاصل کر کے کابل چلے آئے اور درس و تدریس و تالیف و تصنیف میں مشغول ہوئے۔ ۱۱۰۱ھ [۹۰-۱۶۸۹ء] میں ان کا انتقال ہوا، کابل ہی میں مدفون ہوئے۔ حاشیہ شرح مواقف اور حاشیہ شرح تہذیب دوانی۔ حاشیہ رسالہ قطبیہ قطب الدین رازی اور حاشیہ شرح ہیاکل ان کی تصنیف ہے [ہیں]۔ ان کے باپ قاضی محمد اسلم ہرات میں پیدا ہوئے اور کابل میں رہنا اختیار کیا۔ لاہور میں طلب علم کے لیے آئے اور شیخ بہلول سے پڑھنا شروع کیا بعد تکمیل تحصیل کے جہاں گیر کے پاس اکبر آباد پہنچے۔ جہاں گیر نے ان کی بہت عزت کی کیونکہ کلاں محدث استاد بادشاہ کے قریبیوں میں سے تھے۔ جہاں گیر نے ان کو منصب عطا کیا اور کابل کا قاضی بنا دیا۔ مدت تک وہاں رہے۔ پھر بادشاہی لشکر کے قاضی ہوئے۔ جب شاہ جہان بادشاہ ہوا تو ان کو منصب قضا پر مقرر رکھا اور منصب ہزاری عنایت کیا۔

تیس برس تک نہایت دیانت داری سے اس منصب پر کام کرتے رہے یہاں تک کہ بادشاہ نے ان کو روپوں کے برابر تلوا یا اور انھی کو وہ روپیہ [روپے] بھی عطا کیے جن کی مقدار چھ ہزار پان سو روپیہ تھی۔ پھر یہ رخصت ہو کر کابل چلے گئے۔ بادشاہ نے دس ہزار روپیہ سالانہ علاوہ جاگیر مقررہ کے مقرر کر دیا۔ ۱۰۶۱ھ [۱۶۵۱ء] میں انتقال کیا اور لاہور میں مدفون ہوئے۔ (۲۵)

۲۶۔ ملا قطب الدین شہید سہالوی

یہ شیخ انصاری ہیں اور ملا دانیال جوراسی [چوراسی] سے جو ملا عبدالسلام دیوی کے شاگرد ہیں اور قاضی کاسبی [گھاسی بن داؤد الہ آبادی] سے جو شیخ محبت اللہ الہ آبادی کے شاگرد ہیں، علم حاصل کیا۔ یہ معقول اور منقول میں کامل دخل رکھتے تھے۔ تمام عمر درس و تدریس میں مشغول رہے۔ اکثر علمائے ہند کی شاگردی کا سلسلہ انھی کی طرف منتہی ہوتا ہے۔ سہالی کے انصاریوں اور عثمانیوں میں کچھ تکرار تھا۔ ایک رات ۱۱۰۳ھ کو عثمانی ان کے گھر پر چڑھ آئے۔ ملا کو قتل کر کے گھر جلا دیا۔ ان کا ایک حاشیہ شرح عقائد علامہ دوانی پر تھا، وہ بھی ضائع ہو گیا۔ (۲۶)

۲۷۔ مولوی قطب الدین شمس آبادی

اصل میں یہ ایتی [ایٹھی] کے رہنے والے تھے۔ پھر شمس آباد وطن اختیار کیا۔ ابتدا میں مختلف علما سے کسب علوم کرتے رہے پھر ملا قطب الدین سہالوی کے شاگرد ہوئے اور فاتحہ الفراغ انھی کے پاس پڑھی۔ یہ آخر عمر تک شمس آباد میں درس دیتے رہے، بہت سے لوگ مستفید ہوئے۔ ستر برس کی عمر میں ۱۱۲۱ھ [۱۷۰۹-۱۰ء]

کووفات پائی۔ (۲۷)

۲۸- قاضی محبت اللہ بہاری

مولد ان کا کرا ہے جو مضافات بہار سے ہے۔ عنفوان شباب میں کتب درسیہ مختلف مقامات پر پڑھیں۔ پھر مولوی قطب الدین شیخ آبادی کی خدمت میں پہنچ کر تحصیل کو تکمیل پر پہنچایا۔ بعد تکمیل دکن کی طرف کوچ کیا اور شاہ عالم گیر سے لکھنؤ کی قضا حاصل کی۔ چند روز کے بعد معزول ہو گئے اور پھر دکن جا کر حیدرآباد کے قاضی ہوئے۔ پھر عالم گیر ان پر خفا ہوا اور معزول کر دیا۔ بعد چند روز کے ان کا قصور معاف کیا اور اپنے پوتے شہزادہ رفیع القدر کا اتالیق مقرر کر دیا۔ یہ شہزادہ رفیع القدر کے ساتھ کابل چلے گئے۔ جب عالم گیر مر گیا اور شاہ عالم اول بادشاہ ہوا تو اس نے تمام ہندوستان کی صدارت ان کو دی اور فاضل خان کا خطاب ۱۱۱۹ھ [۱۷۰۷ء] میں عنایت فرمایا۔ اسی سنہ میں ان کا انتقال ہو گیا۔ سلم العلوم اور مسلم الثبوت اور رسالہ جوہر فرد ان کی تصنیفات میں ہیں۔ (۲۸)

۲۹- حافظ امان اللہ بن نور اللہ بن حسین بناری

اول انھوں نے کلام الہی حفظ کیا، پھر معقول و منقول کامل استادوں سے حاصل کیا۔ ان کی تصنیفات میں سے مفسر اصول فقہ میں اور اس کی شرح محکم الاصول ہے۔ تفسیر بیضاوی اور عضدی، تلویح اور حاشیہ قدیمہ، شرح مواقف اور حکمتہ العین اور شرح عقائد علامہ دوانی اور رشیدیہ پر حواشی ہیں۔ میر باقر داماد استرآبادی اور ملا محمود جون پوری میں مسئلہ حدود دہری [کذا] پر

محاکمہ کیا ہے یہ عالم گیر کی طرف سے صدارت لکھنؤ پر ممتاز تھے اور قاضی محبت اللہ بہاری سے اکثر ان کے مباحث علمیہ رہتے تھے۔ ۱۱۳۳ھ [۲۱-۲۰ء] کو بنارس میں انتقال کیا اور وہیں مدفون ہوئے۔ (۲۹)

۳۰۔ شیخ غلام نقش بند ابن شیخ عطا اللہ لکھنؤی

ابتدا میں یہ میر محمد شفیع دہلوی سے پڑھتے رہے پھر شیخ پیر محمد لکھنؤی سے فاتحہ الفراغ پڑھی۔ شیخ پیر محمد کے مرنے کے بعد ان کو میر محمد شفیع نے شیخ پیر محمد کے سجادہ [سجادے] پر بٹھایا اور مبارک باد دی، جو علما اور رؤسا تھے، انھوں نے بھی مبارک باد کہی۔ ان کے سجادہ نشین ہو کر تعلیم میں مشغول ہوئے۔ اکثر علمائے ہند کا سلسلہ تلمذ انھی کی طرف منتہی ہوتا ہے۔ شاہ عالم نے بھی ان سے ملاقات کی اور نہایت تعظیم سے پیش آیا۔ یہ آخر جب ۱۱۲۶ھ [اگست ۱۷۱۳ء] میں انتقال کر گئے اور لکھنؤ میں مدفون ہوئے۔ ان کی مصنفات یہ ہیں: تفسیر ربع قرآن اور تفسیر بعض سورتوں کی اور فرقان الانوار اور لامعہ عرشہ وحدت وجود کے مسئلہ [مسئلے] میں اور شرح قصید خرز جیبہ عروض میں۔ (۳۰)

۳۱۔ شیخ احمد معروف بہ ملا جیون صدیقی ایتھی [ایتھی]

انھوں نے علمائے پورب سے علم حاصل کیا اور ملا لطف اللہ کوری سے کتب درسیہ تمام کیں۔ پھر عالم گیر کے پاس پہنچے، اُس نے ان کی بہت توقیر کی اور انھی سے پڑھنا شروع کیا۔ شاہ عالم وغیرہ بھی ان کی بہت تعظیم کرتے تھے۔ یہ حافظ قرآن بھی تھے۔ حافظہ ایسا قوی رکھتے تھے کہ ورق کے ورق اور صفحہ کے صفحہ کتب درسیہ کے حفظ

یاد تھے اور بڑے بڑے قصیدے ایک دفعہ سننے سے یاد کر لیتے تھے۔ ۱۱۳۰ھ [۱۷۱۸ء] کو دلی میں وفات پائی اور میتی [امیٹھی] میں جا کر مدفون ہوئے۔ تفسیر احمدی کہ جو ان آیات کی تفسیر ہے جن سے مسائل فقہیہ مستنبط ہوتے ہیں اور نور الانوار شرح منار اصول فقہ میں ان کی تصنیفات سے ہیں۔ (۳۱)

۳۲۔ سید عبد الجلیل ابن سید احمد حسینی واسطی بلگرامی

ان کا مولد بلگرام ہے۔ ۱۰۷۱ھ [۱۶۶۱ء] میں تیرہویں شوال کو یہ عالم بے نظیر پیدا ہوا۔ بچپن سے گزر کر سن شعور کو پہنچا تو تحصیل علم میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا۔ اکثر علمائے کاملین سے کتب درسیہ کو تمام کیا۔ حدیث سید مبارک بلگرامی سے پڑھی۔ طریقہ میں غلام نقش بند لکھنؤی کے مرید ہوئے۔ یہ علم ادب میں خوب دخل رکھتے تھے اور عربی، فارسی، ترکی، ہندی، چاروں زبانوں میں خوب گفت گو کرتے تھے۔ ہر شعر پر مضمون کہتے تھے۔ انھوں نے تلاش معاش میں دکن کا سفر کیا آخر کار عالم گیر سے ۱۱۱۲ھ [۱۷۰۰ء] میں گجرات کی بخشی گری اور واقع نگاری لی۔ پھر ۱۱۱۶ھ [۱۷۰۴ء] میں شہر بھکر اور سیوستان کی بخشی گری اور سوانخ نگاری ملی۔ پھر ۱۱۲۶ھ میں یہاں سے شاہ جہاں آباد چلے آئے یہاں بھی فرخ سیر کی خدمت میں رہنے لگے۔ پھر استعفادے کر ۱۱۳۲ھ [۱۷۱۹ء] میں شاہ جہاں آباد سے بلگرام چلے آئے پھر دوبارہ ۱۱۳۴ھ [۱۷۲۱ء] میں شاہ جہاں آباد گئے اور تیسویں ربیع الاول ۱۱۳۸ھ [۲۸ نومبر ۱۷۲۵ء] کو وہیں انتقال کیا۔ جنازہ [میت] بلگرام لے جا کر دفن کیا گیا۔ (۳۲)

۳۳- سید علی بن سید احمد بن سید معصوم دشتکی شیرازی

یہ بڑے مشہور ادبا، شعرا اور کالمین علماء و فضلا میں سے ہیں۔ شیراز میں مدرسہ منصور یہ ان کے دادا میر غیاث الدین منصور کی طرف منسوب ہے۔ کہتے ہیں کہ جب شاہ عباس ثانی صفوی کی بہن نے زیارتِ حرمین شریفین کا ارادہ کیا، شاہ عباس نے سید معصوم کو اپنی بہن کے ساتھ مناسکِ حج سکھانے کے لیے روانہ کیا۔ جب کہ تعلیم و پردے میں مشکل معلوم ہوئی تو بیگم نے سید معصوم سے کفو میں جان کر، نکاح کر لیا۔ جب زیارتِ حرمین سے مشرف ہو چکے تو بہ خیالِ ناراضی شاہ عباس وطن جانا مناسب نہ سمجھا اور مکہ معظمہ میں سکونت اختیار کی۔ یہیں پر سید احمد اسی بیگم سے پیدا ہوئے جو علومِ مروجہ حاصل کر کے مدارجِ کمال کو پہنچے۔ میر محمد سعید جو ہندوستان کی تاریخ میں میر جملہ کے نام سے مشہور ہیں، ابتدا میں قطب شاہ عبداللہ بادشاہ گولکنڈہ کی سرکار میں وزیر تھے۔ ان کی دولڑکیاں تھیں۔ ان کا نکاح کرنے کے لیے سید احمد اور سید سلطان کو وہ بھی ساداتِ مکہ سے تھے، بہت سامان بھیج کر بلایا۔ قطب شاہ کے بھی فقط دو بیٹیاں ہی تھیں، اس نے کہا کہ ان سے تو میں اپنی لڑکیوں کی شادی کروں گا۔ میر جملہ نے جب یہ دیکھا تو ناراض ہو کر عالم گیر کے پاس چلا گیا اور قطب شاہ نے اپنی ایک بیٹی سید احمد سے بیاہ دی۔ سید احمد اور سید سلطان میں کچھ رنجش تھی۔ سید احمد اور ان کی بیوی کو یہ منظور نہ تھا کہ دوسری بیٹی سید سلطان سے بیاہی جائے۔ جب قطب شاہ نے دوسری لڑکی کی شادی کا سامان مہیا کیا اور تاریخِ نکاح مقرر ہو گئی تو سید احمد نے کہلا بھیجا کہ اگر تم نے سید سلطان سے دوسری لڑکی کی شادی کی تو میں عالم گیر کے

پاس چل دوں گا اور تمھارے اوپر آفت لاؤں گا۔ یہ بات سن کر قطب شاہ حیران رہ گیا اور بعد مشورہ اراکین دولت ابوالحسن سے دوسری بیٹی کی شادی کر دی۔ سید سلطان حمام میں تبدیل لباس کے لیے گئے ہوئے تھے۔ جب یہ حال اُن کو معلوم ہوا تو تمام شادی کے کپڑے جلادے اور عالم گیر کے پاس چلے گئے۔ سید احمد کے قطب شاہ کی بیٹی سے کوئی اولاد نہ تھی۔ مکہ میں جو، ان کی پہلی بیوی تھیں اُن سے مدینہ منورہ میں ہفتہ کے دن پندرہویں جمادی الاول ۱۰۵۲ھ کو سید علی پیدا ہوئے اور مکہ معظمہ سے ہفتہ کی شب چھٹی شعبان ۱۰۶۶ھ کو دکن کی طرف چلے۔ جمعہ کے دن ۲۲ ربیع الاول ۱۰۶۸ھ [۲۸ دسمبر ۱۶۵۷ء] کو گول کنڈہ پہنچے۔ جب قطب شاہ کے مرنے کے بعد ابوالحسن بادشاہ ہوا اور اُس نے سید احمد کی اولاد کو قتل کرنا شروع کیا تو سید علی اُس کی قید سے نکل کر عالم گیر کے پاس چلے گئے۔ عالم گیر نے ان کو ہزاری اور پان صدی کا منصب اور تین سو سواردو اسپہ [اسپ] عنایت کیے اور سید علی خاں کے لقب سے ممتاز فرمایا۔ جب عالم گیر احمد نگر گیا تو یہ اورنگ آباد کی حفاظت میں مدت تک رہے۔ پھر قلعہ ماہور کی حکومت حاصل کی، وہاں سے استعفادے کر دیوانی برہان پور کی لی۔ ایک مدت تک یہاں رہے۔ آخر عالم گیر سے مرخص ہو کر عتبات عالیات کی زیارات سے مشرف ہوئے اور شیراز پہنچ کر مدرسہ منصور یہ میں درس دینے لگے۔ وہیں ۱۱۱۷ھ [۶-۱۰۵۰۵ء] میں واصل بحق ہوئے۔ انوار الربیع فی انواع البدیع اور سلافتہ العصر [فی محاسن اہل العصر] اور شرح صحیفۃ الکاملہ [لسید الساجدین] ان کی تصنیفات میں سے ہیں۔ (۳۳)

۳۴۔ سید محمد ابن سید عبد الجلیل بلگرامی

یہ ۱۱۰۱ھ چودھویں ربیع الاول کو بلگرام میں پیدا ہوئے۔ ادب انھوں نے اپنے والد سے حاصل کیا اور علوم میں سید طفیل محمد کے شاگرد تھے۔ فرخ سیر نے ان کو ان کے باپ کی جگہ بھٹکر اور سیوستان کی بخشی گری اور سوانح نگاری عطا کی۔ ۱۱۴۳ھ [۳۱-۳۰-۱۷ء] میں وہاں سے بلگرام رخصت پر گئے اور ۱۱۴۵ھ [۳۳-۳۲-۱۱ء] میں پھر بھٹکر اور سیوستان چلے آئے۔ جب نادر شاہ ہندوستان کی طرف آیا اور سندھ پر قابض ہو گیا تو یہ بلگرام چلے گئے اور ۱۱۸۵ھ [۱۲/نومبر ۱۷۷۱ء] آٹھویں شعبان کو بلگرام میں انتقال کیا اور وہیں مدفون ہوئے۔ (۳۴)

۳۵۔ سید سعد اللہ سلونی

مولدان کا موضع سلون ہے۔ شیخ پیر محمد سلونی کے پوتے ہیں۔ صغریٰ میں یہ تحصیل علم میں مشغول ہوئے اور تھوڑے ہی دنوں میں فراغت حاصل کی۔ پھر تالیف و تصنیف میں مشغول ہوئے۔ انھوں نے اپنے باپ سے طریقہ شطاریہ اختیار کیا، جس کا سلسلہ شیخ محمد غوث سے ملتا ہے۔ یہ زیارت حرمین شریفین کے لیے گئے اور ایک مدت تک وہاں رہے۔ شیخ عبداللہ بصری ملکی صاحب ضیاء الساری شرح صحیح بخاری نے ان سے طریقہ اختیار کیا اور لوگوں نے بھی ان کی شاگردی اور اخذ طریقہ کیا۔ حرمین سے جب لوٹے تو بندر سرہ میں رہنے لگے اور مرجع انام بنے۔ ستائیسویں جمادی الاول ۱۱۳۸ھ [۳۱/جنوری ۱۷۲۶ء] میں وہیں انتقال کر گئے اور سرہ میں مدفون ہوئے۔ (۳۵)

۳۶- سید طفیل محمد بن سید شکر اللہ بلگرامی

یہ ساتویں ذی الحجہ ۱۰۷۳ھ [۱۶۶۲، ۶۳ء] کو اترولی میں پیدا ہوئے۔ سات برس کی عمر میں ہی اپنے چچا سید احسن اللہ کے ساتھ شاہ جہاں آباد آ کر تحصیل علم کرنے لگے۔ ابتدائے تحصیل میں شرح جامی تک اپنے چچا سے پڑھتے رہے۔ پندرہ برس کی عمر میں تحصیل علم کے لیے بلگرام آئے۔ چھوٹی چھوٹی کتب درسیہ سید مرثی بلگرامی اور سید سعد اللہ بلگرامی سے اور متوسطات علامہ بزودی، قاضی علیم اللہ بکنڈوی وغیرہ سے اور انتہا کی کتابیں سید قطب الدین شمس آبادی سے پڑھیں۔ تحصیل سے فراغت حاصل کر کے بلگرام کا رہنا اختیار کیا اور ستر برس تک درس و تدریس میں مشغول رہے۔ انھوں نے اول ہی عمر سے دنیا کو ترک کر دیا تھا بلکہ دنیا سے دلی نفرت رکھتے تھے۔ تہجد پسند تھے کبھی کوئی مکان نہیں بنایا۔ ان کے والد نے ان سے کہا کہ تم شادی کر لو کہ میری نسل اور نام باقی رہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ جو لوگ مر گئے انھوں نے بھی بقائے نام کے لیے نکاح کیے مگر کسی کا نام اب باقی نہیں۔ مجھ کو اس امر کی طرف رغبت نہیں۔ والد بھی یہ سن کر خاموش ہو رہے۔ یہ ۱۱۵۱ھ چودھویں ذی الحجہ [۲۴ مارچ ۱۷۳۹ء] کو بلگرام میں انتقال کر گئے اور سید عبد الجلیل کے پاس مدفون ہوئے۔ (۳۶)

۳۷- شیخ نور الدین ابن شیخ محمد صالح احمد آبادی

یہ بڑے عالم جلیل القدر تھے۔ ملا احمد سلیمانی احمد آبادی اور ملا فرید الدین احمد آبادی سے علم حاصل کیا۔ ۱۱۴۰ھ [۲۸-۲۷-۱۷۲۷ء] میں یہ زیارتِ حرمین شریفین کو گئے اور ایک برس میں لوٹ کر آئے اور محبوب عالم احمد آبادی سے طریقہ لیا اور احمد آباد

میں مدرسہ بنا کر درس و تدریس میں مشغول ہوئے۔ ان کی چھوٹی بڑی تصنیفات ڈیڑھ سو سے زیادہ ہیں۔ بعض اُن میں یہ ہیں: تفسیر مختصر، تفسیر ربانی، للسبع المثانی، بارہ ہزار بیت اور بیت سے مراد باون حرف ہیں اور تفسیر ربانی سورہ بقرہ پر۔ تیس ہزار بیت حاشیہ اول تفسیر بیضاوی پر۔ نور القاری شرح صحیح بخاری، حاشیہ قویمہ حاشیہ قدیمہ پر، حاشیہ شرح مواقف، حل المعادل حاشیہ شرح المقاصد، حاشیہ شرح مطالع، حاشیہ تلویح، حاشیہ عضدی، معول حاشیہ مطول، حاشیہ شرح وقایہ، حاشیہ شرح مُلا جامی، حاشیہ منہل، حاشیہ شمسیہ، شرح تہذیب المنطق، الطريق الامم شرح مخصوص الحکم۔ یہ احمد آباد میں ۱۰۷۷ھ [۶۲-۱۶۶۳ء] میں پیدا ہوئے اور ۱۱۵۵ھ اثنیسویں شعبان [۲۸/اکتوبر ۱۷۴۲ء] کو انتقال کیا۔ ”اعظم الاقطاب“ تاریخ وفات ہوئی۔ (۳۷)

۳۸۔ مُلا نظام الدین ابن مُلا قطب الدین شہید سہالوی

اول اول انھوں نے کتبِ درسیہ مختلف علما سے پڑھیں، پھر شیخ غلام نقش بند لکھنوی سے اعلا درجہ [درجے] کی کتابیں پڑھ کر تحصیل [علوم] سے فارغ ہوئے۔ تمام عمر اپنی درس و تدریس میں صرف کی۔ یہاں تک کہ رئیس علمائے پورب ہوئے۔ شیخ عبدالرزاق باسوی [باسوی] سے طریقہ سلوک اختیار کیا۔ یہ نویں جمادی الاول ۱۱۶۱ھ [۷ مئی ۱۷۴۸ء] میں فوت ہوئے ان کی بعض تالیفات سے یہ ہیں۔ حاشیہ صدرا، شرح مسلم الثبوت اصول فقہ میں۔ (۳۸)

۳۹۔ شیخ محمد حیات سندھی مدنی

ملک سندھ میں ایک قوم چاچرا [چاچڑ] کہلاتی ہے۔ شیخ اسی میں سے تھے۔ بچپن کی تعلیم کے بعد کمال شباب میں حرمین شریفین کی زیارت کے لیے گئے۔ زیارات سے مشرف ہو کر مدینہ منورہ کو وطن بنایا اور شیخ ابوالحسن سندھی سے جو مدینہ منورہ میں مقیم تھے، پڑھنا شروع کیا۔ شیخ عبداللہ سالم بصری سے خطا بصری [کذا] میں اجازہ حاصل کیا اور تمام عمر حدیث محمدی کے درس میں مشغول رہے۔ عرب و عجم کے بہت سے لوگوں نے ان سے فائدہ عظیم اٹھایا۔ یہ مسجد معلّا میں نماز صبح کے بعد وعظ بھی کیا کرتے تھے۔ چھبیسویں صفر ۱۱۶۳ھ [۴ فروری ۱۷۵۰ء] کو انھوں نے انتقال کیا اور بقیع میں مدفون ہوئے۔ (۳۹)

۴۰۔ شیخ عبداللہ ابن شیخ سالم بصری مکی

یہ ۱۰۴۹ھ میں چوتھی شعبان کو پیدا ہوئے۔ سن شعور کو پہنچ کر مولانا ضیاء الدین، شیخ محمد بابلی، شیخ عیسیٰ مغربی اور قاضی تاج الدین مالکی سے علم حاصل کیا۔ ان کے کمال کا شہرہ تمام ملک میں پھیل گیا۔ اس سے زیادہ اور کیا ہوگا کہ مکہ معظمہ میں ریاست تعلیم انھی کو حاصل ہوئی۔ انھوں نے خاص خانہ کعبہ میں دو مرتبہ صحیح بخاری پڑھائی۔ ایک مرتبہ جب کہ احمد بیگ عمارت خانہ کعبہ ۱۰۰۹ھ [۱۱۰۹ھ] میں بنواتے تھے۔ دوسری مرتبہ جب کہ عوض بیگ ایک دروازہ نیا بنواتے تھے۔ انھوں نے ۱۱۲۳ھ میں چوتھی رجب [۱۳ جنوری ۱۷۳۱ء] کو انتقال کیا اور معلّا میں مدفون ہوئے، ضیاء الساری شرح صحیح بخاری نا تمام ان کی تصنیف باقی ہے۔ (۴۰)

۴۱۔ سید محمد یوسف ابن سید محمد اشرف بلگرامی

یہ اکیسویں شوال ۱۱۱۶ [۱۶ فروری ۱۷۰۵ء] میں پیر کے دن بلگرام میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے کتبِ درسیہ سید طفیل محمد اترولوی سے لغت اور سیر نبویہ اپنے دادا سید عبد الجلیل بلگرامی سے، عروض اور قوافی اور کچھ ادب سید محمد بلگرامی سے حاصل کیا۔ یہ اور سید غلام علی آزاد، ہم عصر اور ہم سبق تھے۔ خدا کی شان ہے کہ ایک خاک سے دو پھول کھلیں اور اس طرح مہک پھیلائیں، یہ بات آج میسر نہیں۔ انھوں نے ریاضی ہندسہ وغیرہ بھی بعض علمائے شاہ جہان آباد سے حاصل کیا تھا۔ سید لطف اللہ بلگرامی کی انھوں نے بیعت کی تھی ان سے ہی طریقہ قادر یہ اختیار کیا تھا۔ انھوں نے ۱۱۷۲ھ [۱۷۵۹ء] میں جمعرات کے دن دوسری جمادی الاخریٰ [۳۱ جنوری] کو وفات پائی اور اپنے دادا عبد الجلیل کے پاس بلگرام میں مدفون ہوئے۔ کتاب فرع النابت من الاصل الثابت توحید شہودی میں ان کی تصنیف ہے۔ (۴۱)

۴۲۔ سید قمر الدین حسینی اورنگ آبادی

ان کے اسلاف میں سے سید ظہیر الدین ملک بجنڈ سے ہندوستان چلے آئے تھے۔ یہاں آ کر امن آباد میں سکونت اختیار کی تھی۔ ان کے پوتے سید محمد امن آباد سے دکن چلے گئے۔ ان کے بیٹے سید عنایت اللہ نے بالا پور میں سکونت اختیار کی۔ یہ ۱۱۷۵ھ میں انتقال کر گئے۔ سید قمر الدین ان کے پوتے اور سید منیب اللہ کے بیٹے ہیں۔ انھوں نے علوم عقلیہ اور نقلیہ کو کمال پر پہنچایا۔ قرآن شریف حفظ کیا اور اپنے والد سے نقش بند یہ طریقہ اختیار کیا۔ پھر فقر اور صلحا کے شوق زیارت میں اورنگ آباد

آئے پھر آٹھویں شوال کو ۱۱۵۵ھ میں اورنگ آباد سے شاہ جہان آباد آ گئے۔
 ۱۱۵۷ھ میں شاہ جہان آباد سے سرہند پہنچے۔ مجدد [الف] ثانی کی قبر سے برکت
 حاصل کی، پھر لاہور گئے، پھر اسی برس لاہور سے شاہ جہان آباد لوٹ آئے۔ کچھ روز
 یہاں قیام کیا۔ اٹھارہویں ذی الحجہ کو سنہ مذکور میں شاہ جہان آباد سے دکن کوچل دیے۔
 ۱۱۵۸ھ [۱۷۴۵ء] میں شروع ربیع الاول کو بالا پور پہنچے۔ یہاں سے پھر اورنگ آباد
 چلے گئے۔ ۱۱۷۴ھ [۱۷۶۰ء] میں بیسویں جمادی الاول [۲۸ دسمبر] کو اورنگ آباد
 سے زیارت حرمین شریفین کے ارادے [سے] بیماری گئے۔ یہاں سوا اپنے دو بیٹوں
 میر نور الہدیٰ اور میر العلیٰ کے اور سب متعلقین کو چھوڑ کر بندر سرہ میں پہنچ کر جہاز پر سوار
 ہو گئے اور سترہویں ذی قعد سنہ مذکور [۲۰ جون ۱۷۶۱ء] کو مدینہ منورہ پہنچ کر زیارت نبوی
 سے سرفراز ہوئے۔ یہاں کے علما وغیرہ نے ان کی بہت عزت کی۔ بائیسویں ماہ مذکور
 [۲۵ جون] کو یہاں سے مکہ معظمہ کی طرف چلے اور چوتھی ذی الحجہ [۷ جولائی] کو
 وہاں پہنچ گئے۔ حج و عمرہ ادا کیا۔ چوبیسویں [۲۷ جولائی] کو مکہ معظمہ سے چلے اور
 گیارہویں محرم [۱۲/۱۱۷۵ھ] کو جہاز پر سوار ہو کر بمبئی کی طرف روانہ
 ہوئے۔ اتفاق سے جہاز ران نے غلطی کی اور جہاز سراندیپ جا پہنچا۔ وہاں سے آخر
 جمادی الاخریٰ ۱۱۷۵ھ [جنوری ۱۷۶۲ء] کو بمبئی میں پہنچا کہ جہاں پر یہ اہل و عیال
 چھوڑ گئے تھے۔ ان کو ہمراہ لے کر سنہ مذکور میں تیسویں شعبان کو اورنگ آباد میں پہنچے۔
 یہ ۱۱۲۳ھ [۱۷۱۱-۱۲ء] میں پیدا ہوئے تھے اور ۱۱۹۳ھ [۱۷۷۹ء] میں دوسری ربیع
 الاول [۲۱ مارچ] کو انتقال کیا اور اورنگ آباد میں مدفون ہوئے۔ ”موت العلماء
 نلنتہ“ تاریخ وفات ہوئی۔ مظهر النور مسئلہ وجود میں ان کی کتاب لاٹانی

(۴۲)۔ ہے۔

۴۳۔ میر نور الہدیٰ ابن سید قمر الدین اورنگ آبادی

یہ ۱۱۵۳ھ [۱۷۴۰ء] میں سترھویں ربیع الاول کو اورنگ آباد میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد سے کسبِ علوم کیا۔ طریقہ نقش بند یہ بھی اُنھی سے لیا۔ یہ سولہ برس کی عمر میں فاضلِ اجل ہو گئے تھے اس پر قرآن بھی انہوں نے حفظ کیا تھا۔ اپنے والد کے ساتھ حج و زیارت بھی کر آئے تھے۔ آخر عمر اورنگ آباد میں پہنچ کر درس و تدریس میں مشغول رہے۔ اپنے والد کی کتاب مظهر النور پر انہوں نے شرح لکھی ہے۔ (۴۳)

۴۴۔ سید غلام علی آزاد ابن سید نوح بلگرامی

یہ بلگرام میں ۱۱۱۶ھ [۱۷۰۴-۵ء] پچیسویں صفر کو پیدا ہوئے۔ انہوں نے کتبِ درسیہ سید طفیل محمد بلگرامی سے لغت اور سیر محمدیہ سید عبد الجلیل بلگرامی سے عروض و قوافی اور کچھ علمِ ادب سید محمد بلگرامی سے پڑھا۔ سلسلہ سلوک میں سید لطف اللہ بلگرامی سے بیعت کی۔ ۱۱۵۰ھ میں تیسری رجب کو زیارتِ حرمین شریفین کا قصد کیا۔ پہلے مکہ معظمہ پہنچے وہاں ایک دن رہ کر مدینہ منورہ کا قصد کیا اور پندرہویں صفر کو زیارت سے مشرف ہوئے۔ وہیں پر شیخ محمد حیات سندھی سے صحیح بخاری پڑھی۔ صحاحِ ستہ کا اجازہ حاصل کیا پھر مدینہ منورہ سے چودھویں شوال کو مکہ معظمہ کا حج کے لیے ارادہ کیا۔ حج کر کے آخر ربیع الآخر [جولائی] کو ۱۱۵۲ھ [۱۷۳۹ء] میں ہندوستان کی طرف روانہ ہوئے۔ اور ماہ جمادی الاول کی اٹھیسویں [۳ ستمبر] کو بندر سرہ میں پہنچے۔ یہاں پانچ مہینے رہ کر گیارہویں ذیقعد کو یہاں سے اورنگ آباد کی طرف چل کر

ستائیسویں کو وہاں پہنچے۔ یہاں شاہ مسافر عجدوانی کر یہ میں سات برس تک مقیم رہے۔ ۱۱۵۹ھ [۱۷۴۶ء] میں نواب نظام الدولہ ناصر جنگ ابن نواب نظام الملک آصف جاہ سے ان کی موافقت ہو گئی۔ اس کے نزدیک جو ان کا مرتبہ تھا وہ کسی شخص کا نہ تھا۔ کسی وقت بھی ان کو جدا نہ ہونے دیتا تھا۔ یہاں تک کہ ۱۱۶۴ھ [۱۷۵۰-۵۱] میں مارا گیا لیکن انہوں نے اپنی حالت فقر کو بدلنا نہ چاہا اور نظام الدولہ سے کوئی عہدہ نہ طلب کیا۔ اگر چاہتے تو ہر ایک عہدہ مل سکتا تھا۔ ضوہ الدراری شرح صحیح بخاری آخر کتاب زکوٰۃ تک اور تسلیہ الفواد اور دویوان اور سبحہ المرجان فی آثار ہندوستان ان کی عربی تصنیفات میں ید بیضاء سرو آزاد اور خزائن عامرہ یہ تینوں تذکرہ علمائے توران و ایران و ہندوستان میں تذکرہ الاولیا اور مآثر الکرام، تاریخ بلگرام فارسی تصنیفات ہیں۔ (۴۴)



حواشی و تعلیقات

(۱) مسعود بن سعد بن سلمان کی تاریخ پیدائش ۲۳۸ھ / ۱۰۴۶ء ہے۔ مختلف تذکرہ نویسوں نے ہمدان اور جرجان کو ان کا مولد ٹھہرایا ہے جو درست نہیں کیوں کہ وہ خود کو لاہور کا ”فرزند عزیز“ کہتے اور اشعار میں بھی لاہور کو اپنا مولد قرار دیتے ہیں؛ ایک شعر ملاحظہ ہو:

مولدم لاہور و از لاہور دُور

ویمک [ویمک] اے لاہور بے تو کے سرور

مسعود نے دوران قید سلطان ابراہیم کے کئی قصیدے لکھے؛ آخر سلطان کے ایک مقرب عمید الملک کی سفارش پر ان کو رہائی ملی۔ ۵۱۵ھ / ۱۱۲۱ء کو راجہ ملک بقاء ہوئے۔ مزید مطالعہ کے لیے:

آب کوثر: ص ۷۲-۷۳

آثار الشعرا: ص ۴۰۱-۴۰۲

پنجابی زبان و ادب کی تاریخ: ص ۶۱

تاریخ ادبِ اُردو (جلد اول): ص ۲۳-۲۴

تاریخ ادبیاتِ مسلمانانِ پاکستان و ہند [اُردو ادب: جلد اول]: ص ۱۲۷-۱۲۹

تذکرہ علمائے ہند: ص ۲۲۲

خزانة عامرہ: ص ۱۲-۲۱

ریاض العارفین (جلد دوم): ص ۲۰۱

مآثر لاہور: ص ۲۳۶-۲۸۵

مخزن الغرائب (جلد چہارم): ص ۸۳۶

منتخب التواریخ: ص ۲۸-۴۹

نقوش (لاہور نمبر: جلد دوم): ص ۸۶۱-۸۶۳

(۲) صغان، چغان کا معرب ہے۔ چغان ماوراء النہر کے شہروں میں سے ایک شہر ہے۔ مولانا حسن صغانی فقیہ کامل، محدث عامل، عالم ربانی اور واقف احکام و معانی تھے۔ مولوی خرم علی بلہوری نے مشارق الانوار کے ترجمے میں چغان کو ان کا مولد ٹھہرایا ہے۔ میرزا علی بیگ لعلی بدخشی، خلیق احمد نظامی، سید ہاشمی فرید آبادی اور ضیا احمد بدایونی نے بدایوں کو ان کا مولد و مسکن قرار دیا ہے۔ بعض تذکرہ نویسوں نے رضی الدین حسن صغانی اور رضی الدین حسن بدایونی کو دو الگ الگ شخصیات ٹھہرایا ہے۔ آپ کا لقب رضی الدین اور ابو الفعائل کنیت تھی۔ غیر معمولی حافظہ رکھتے تھے۔ بچپن میں ابو عبد القاسم بن السلام کی غرائب زبانی یاد کر کے ایک ہزار دینار حاصل کیے۔ آپ کے اساتذہ میں نظام المرغینانی، سعید بن عزاز، یاقوت حموی اور برہان الدین کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ قطب الدین ایبک نے انھیں لاہور کا قاضی بنانے کی پیش کش کی جو انھوں نے قبول نہ کی اور اعلیٰ تعلیم کی خاطر غزنی چلے گئے۔ ہندوستان میں دو بار منصب سفارت پر متمکن رہے۔ پہلی بار عباسی خلیفہ ناصر نے صغانی کو سلطان التتمش کے دربار میں اپنا سفیر بنا کر بھیجا، جہاں آپ بیس سال مقیم رہے۔ بعد ازاں المستنصر نے دہلی میں سفارت کے لیے صغانی کو بھیجا۔ حضرت نظام الدین بدایونی کی روایت ہے کہ وہ کول کے نائب مشرف بھی رہے۔ آپ کی دیگر تصانیف میں تبیین الموضوعات، عقلة العجلان، مختصر الوفيات، زبنة المناسك، درجات العلم والعلماء، کتاب التکملہ، مجمع البحرين، نوادر، اسما الفارہ، کتاب الضعفاء و المتروکین، کشف الحجاب من احادیث الشہاب، اسماء الاسد اور اسماء الذهب شامل ہیں۔ بالیات الصالحات میں طبقات حسامیہ کے حوالے سے لکھا ہے: مشارق الانوار دو ہیں۔ ایک مولانا رضی الدین صغانی بدایونی کا جو کیم یاب ہے اور دوسری امام رضی الدین حسن بن محمد الصغانی کی،

جنہوں نے ۶۵۰ھ میں وفات پائی۔ مولانا رضی الدین صغانی بدایونی نے ۲۲ جمادی
الاولیٰ ۶۱۹ھ کو بدایوں میں وفات پائی اور بدایوں میں اندرون شہر منڈی مسجد کے
احاطے میں جانب شرق آسودہ خاک ہیں؛ مزار مختہ ہے۔ فوالد الفواد میں
ہے: ”اواز بدایوں بود۔“ امام حسن بن محمد الصغانی کا سال وصال ”محدث زیب
فصحا“ سے برآمد ہوتا ہے۔

مزید مطالعہ کے لیے:

آثارِ خیر: ص ۵۹-۶۰

تاریخ مشائخ چشت: ص ۱۲۳

تذکرہ علمائے ہند: ص ۱۵۸-۱۵۹

ثمرات القدس: ص ۶۲۳-۶۲۵

حدائقِ حنفیہ: ص ۲۵۲-۲۵۵

طبقات الاولیاء فی مدینة الاولیاء مع شرح بالیات الصالحات (خطی): ص ۲۵

علم حدیث میں پاک و ہند کا حصہ: ص ۲۵۷-۲۶۹

فوائد الفواد: ص ۱۰۳

فکر و نظر [اسلام آباد، سہ ماہی، جلد ۳۳، شمارہ ۳]:

مآثر الکرام: ص ۱۶۳-۱۶۴

مآثر لاہور: ص ۲۹۷-۲۰۳

مردانِ خدا: ص ۹۶-۹۹

معارف [اعظم گڑھ: ماہ نامہ، جنوری تا ستمبر ۱۹۵۹ء، جون ۱۹۶۸ء]:

نزہتہ الخواطر (جلد اول): ص ۱۷۳

(۳) مولانا ٹیس الدین یحییٰ اودھی حضور نظام الدین اولیاء کے خلفا میں بلند درجہ رکھتے

تھے۔ اودھ میں ۱۲۶۷ء میں پیدا ہوئے۔ فرید الدین شافعی اور ظہیر الدین بھکری کے شاگرد تھے۔ جن دنوں آپ دہلی میں ظہیر الدین بھکری کے حلقہ درس میں تھے، مولانا صدر الدین ناوی کے ساتھ حضرت نظام الدین اولیا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عمر بھر مجرد رہے۔ نام و نمود اور نمائش و تکلف سے عاری تھے۔ بہت کم لوگوں کو اپنا مرید کیا۔ مشارق الانوار کی شرح بھی لکھی جو نایاب ہے۔ شیخ نصیر الدین چراغ دہلی نے آپ کی مدح میں قصیدہ کہا جس کا ایک شعر درج ذیل ہے:

سالت العلم من احياك حقاً

فقال العلم شمس الدين يحيى

۱۷۴۷ھ / ۱۳۴۶ء کو دہلی میں راہی ملک بقا ہوئے۔ مولانا محمد حسین آزاد کا یہ کہنا درست نہیں کہ شیخ کی وفات کے چند سال بعد وفات پائی۔ شیخ کی وفات ۱۷۲۵ھ ہے۔ مفتی غلام سرور لاہوری نے قطعہ تاریخ وصال یوں لکھ لیا:

شمس دین ، ماہ اوج ، برج کمال

شد ز دنیا چو در بیشت بریں

رحلتش ”علو سخی“ آمد

۱۷۴۷ھ

ہم بہ خواں ”ماہ بدر شمس الدین“

۱۷۴۷ھ

مزید مطالعہ کے لیے:

اخبار الاخبار: ص ۲۱۱-۲۱

اذکار ابرار [اردو ترجمہ: گلزار ابرار]: ص ۱۰۸-۱۰۹

تاریخ مشائخ چشت: ص ۱۷۷-۱۷۸

تذکرۃ اولیاء ہند (جلد اول): ص ۱۱۱-۱۱۲

تذکرۃ علماء ہند: ص ۲۱۲-۲۱۵

حدائق الحنفیہ: ص ۲۸۲-۲۸۵

حدیقة الاسرار فی اخبار الاسرار: ص ۹۳

خزینة الاصفیا: ص ۳۳۵

دلی کے آثارِ قدیمہ: ص ۱۳۸

ذکر جمیع اولیای دہلی: ص ۵۰

سیر الاولیا: ص ۲۳۳-۲۳۶

کلمات الصادقین: ص ۷۶-۸۰

مآثر الکرام [دفتر اول]: ص ۱۸۲-۱۸۳

مراة الاسرار (خطی): ص ۳۲۲-۳۲۳

مزارات اولیاء دہلی (حصہ اول): ص ۳۲-۳۳

معارج الولاہیت (خطی): برگ: ۱۱۲۸ الفب

نظامی بنسری: ص ۳۸۳-۳۸۶

(۴) مولف گلزارِ اہرار نے لکھا ہے کہ سلطان شہاب الدین غوری کے زمانے میں خواجہ معین الاولیا غزنی سے لاہور اور لاہور سے دہلی تشریف لارہے تھے۔ راستے میں ایک بت خانے میں سات آدمیوں کو بتوں کی عبادت میں مصروف دیکھا۔ ان میں جو سب سے بڑا تھا اس کے ساتھ گفت گو کی۔ اس نے شیخ کا کلام سنا تو عاشقِ اسلام ہو گیا اور حلقہ بگوشِ اسلام ہوا۔ شیخ نے اس کا نام حمید الدین رکھا۔ اس کے باقی ساتھی بھی اسلام کی دولت سے مشرف ہوئے اور کہنے لگے کہ چوں کہ ہم کفر اور اسلام میں شریک ہیں۔ اس لیے ہم سب کا نام حمید الدین ہوگا۔ مولانا حمید الدین کی تاریخ

وفات ”تاجِ عصر“ سے نکلتی ہے۔

مزید مطالعہ کے لیے:

اذکارِ اہرار [اُردو ترجمہ گلزارِ اہرار]: ص ۳۷-۳۸

تذکرہ علماء ہند: ص ۲۵۰

حدائقِ الحنفیہ: ص ۲۹۱

ذکرِ جمیع اولیایِ دہلی: ص ۱۰

کلماتِ الصادقین: ص ۱۵-۱۶

مآثر الکرام: ص ۱۶۳-۱۶۵

(۵) قاضی عبدالمتقن ۱۷۰۲ھ کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ قاضی شہاب الدین

دولت آبادی کے استاد تھے۔ عربی قصائد اور غزلیات خصوصاً قصیدہ ”معارضۃ

لامیۃ لمجم“ آپ کے کمال فن پر دال ہے۔ مناقبِ چشت میں ایک کتاب

مناقبِ الصدیقین تصنیف کی، جس میں شیخ نصیر الدین محمود کے ملفوظات و مناقب

جمع کیے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اخبارِ الاخیار میں مناقبِ الصدیقین کو ان

کے ایک مرید اور ارادت مند کی تصنیف کہا ہے۔ باقی تذکرے اس کی نفی کرتے ہیں۔

”نورِ سعادت“ سے آپ کا سال وصال [۱۷۹۱ھ] برآمد ہوتا ہے۔ درگاہِ خواجہ قطب

الدین بختیار کاکی میں اپنے والد قاضی رکن الدین کے متصل آسودہ خاک ہیں۔

مزید مطالعہ کے لیے:

اخبارِ الاخیار: ص ۳۲۶-۳۲۸

تذکرہ اولیایِ کاملین [اُردو ترجمہ: روضۃ الاقطاب]: ص ۱۱۱

تذکرہ اولیایِ ہند [جلد اول]: ص ۱۳۵

تذکرہ علماء ہند: ص ۲۸۲-۲۸۳

حدائق الحنفیہ: ص ۲۹۹-۳۰۰

خزینة الاصفیا: ص ۳۵۵

ذکر جمیع اولیای دہلی: ص ۶۰

مرآة الاسرار (خطی): ص ۳۷۲-۳۷۳

معارض الولايت (خطی): برگ ۱۸۵ اب

(۶) مولانا معین الدین عمرانی دہلوی بڑے فقیہ، اصولی، منقولات و معقولات کے استاد تھے۔ مولانا خدا گل جو شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی کے دامن گرفتہ تھے، آپ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ مولانا معین اول اول شیخ نصیر الدین کے مخالف تھے۔ مولانا خدا گل کے ساتھ ان کے ہاں گئے اور ان کے مرید ہو گئے۔ حسامی اور مفتاح العلوم کے علاوہ کنز الدقائق کا حاشیہ بھی ان سے یارگار ہے۔ ۱۵۲ھ میں شیراز گئے۔ محمد غوثی شطاری نے اپنے تذکرے میں لکھا ہے:

”باوجود کہ شہر شیراز علم کا گھر ہے مگر عمرانی کا علم اور دانش اس

دارالعلم میں بھی اپنا جلوہ دکھائے بغیر نہیں رہا۔ اور یہاں کے

لوگ بھی آپ کی فیض رسانی سے متمتع ہو گئے۔“

[اذکارِ اہرار: ص ۶۹]

معین الدین عمرانی ۶۸۳ھ میں پیدا ہوئے۔ ۷۹۲ھ میں انتقال کیا۔ تذکروں میں

قاضی عضد کو بلوانے کا سبب یہ بیان ہوا کہ بادشاہ شرح مواقف لکھوا کر اپنے نام سے

موسوم کرانا چاہتا تھا۔

حرید مطالعہ کے لیے:

اخبار الاخبار: ص ۳۱۳-۳۱۴

اذکارِ اہرار [اردو ترجمہ: گلزارِ اہرار]: ص ۶۹-۷۰

تذکرہ علمائے ہند: ص ۳۲۵-۳۲۶

حدائق الخیفہ: ص ۳۰۲-۳۰۵

ذکر جمیع اولیای دہلی: ص ۳۹

کلمات الصادقین: ص ۲۶

معارج الولايت (خطی): برگ ۱۷۸ الف

(۷) مولانا کے والد کا نام محمد تھا۔ ۱۷۲۹ء میں تھانیس میں پیدا ہوئے۔ علوم ظاہری کی تکمیل قاضی عبدالمتقدر بن رکن الدین شریحی الکندی سے کی۔ حضرت شیخ نصیر الدین دہلوی کی خدمت میں برسوں رہے۔ چراغ دہلی کے مرید اور خلیفہ اجل مولانا خواجگی کے ساتھ برادرانہ رشتہ تھا مگر دہلی کی بربادی کے وقت ان کے ساتھ دہلی سے ہجرت نہ کرنے پر مخالفت ہو گئی۔ امیر تیمور کے حملے میں اہل خانہ سمیت گرفتار ہوئے۔ ان کے علم و فضل کے باعث امیر تیمور نے انھیں اپنا جلیس بنا لیا۔ تیمور کے شیخ الاسلام نبیرۃ مولانا برہان الدین مرغینانی سے ان کا مناظرہ ہو گیا۔ تیمور نے کہا: ”معلوم ہے کہ یہ کون ہے؟ یہ صاحب ہدایہ کا پوتا ہے۔“ یہ سن کر کہنے لگے: ”ہاں صاحب ہدایہ جا بہ جا غلطیاں کرتے رہے، یہ اگر نہ کریں گے تو کون کرے گا؟“ شیخ الاسلام نے کہا ثابت کرو۔ انھوں نے شاگردوں اور بیٹوں کو اشارہ کیا کہ صاحب ہدایہ کی اغلاط پر تقریر شروع کرو۔ امیر تیمور نے منع کر دیا۔ تیمور انھیں اپنے ساتھ سمرقند لے جانا چاہتا تھا، نہ گئے اور وہاں سے کاپلی چلے گئے۔ ۸۲۰ھ میں کاپلی میں انتقال ہوا اور قلعہ کاپلی میں آسودہ خاک ہوئے۔ ”گلشن ہدایت“ سے سال وصال برآمد ہوتا ہے۔ احمد تھانیسری عالم ہونے کے ساتھ ساتھ باکمال شاعر بھی تھے۔ ان کے ایک عربی نعتیہ قصیدے ”دالیہ“ کے بارے میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا قول ہے کہ اس میں مولانا نے فصاحت و بلاغت کے دریا بہا دیے ہیں۔

مزید مطالعہ کے لیے:

اخبار الاخیار: ص ۳۱۲-۳۱۵

اذکار ابرار [اُردو ترجمہ: گلزار ابرار]: ص ۱۳۶-۱۳۷

تذکرہ علمائے ہند: ص ۱۱۵

تذکرہ مشائخ شیراز ہند (جون پور): ص ۲۱۹-۲۲۰

حقائق الحنفیہ: ص ۳۱۳

خزینۃ الاصفیا: ص ۳۶۸

ذکر الاصفیا معروف بہ تکملہ سیر الاولیاء: ص ۴۳

مآثر الکرام: ص ۱۶۹-۱۷۰

مراۃ الاسرار (خطی): ص ۳۷۱

معارض الولاہیت (خطی): برگ ۱۸۶

مفتاح العارفین (خطی): برگ ۲۳۷ الف ب

نزہتہ الخواطر [جلد سوم، اُردو ترجمہ: ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی]: ص ۳۲-۳۷

(۸) قاضی شہاب الدین کی تاریخ پیدائش ۱۷۶۱ء ہے۔ سید جہانگیر اشرف سمنانی

نے انھیں ملک العلماء کا خطاب دیا۔ اپنے علم و فضل کے باعث سلطان ابراہیم کی مجلس

میں آپ چاندی کی کرسی پر جلوہ افروز ہوتے تھے۔ آپ کے نام ور شاگردوں میں شیخ

محمد عیسیٰ جون پوری، مولانا صفی جون پوری اور مولانا الہ داد جون پوری کے اسمائے

گرامی شامل ہیں۔ آپ کی تصانیف میں شرح کافیہ، کتاب الارشاد، بدیع

البیان، بحر مواج [اولین فارسی تفسیر]، فتاویٰ ابراہیم شاہی، اصول ابراہیم

شاہی، شرح بزودی، مناقب السادات، در تقسیم علوم اور در تقسیم

صنائع شامل ہیں۔ آپ کی تاریخ وصال میں تذکرے متفق نہیں۔ رحمان علی اور

عبدالحق محدث دہلوی نے آپ کی تاریخ وصال ۲۵ رجب ۸۴۹ھ لکھی ہے۔ زیادہ
تذکرہ نویس ۸۴۸ھ پر متفق ہیں۔ ”صدر نشین انجمن“ مادہ تاریخ وفات ہے۔ مفتی
غلام سرور لاہوری نے آپ کا قطعہ تاریخ وصال یوں نظم کیا:

شہاب الدین چورفت از عالم دہر
بجست گشت روشن این مہ علم
وصالش کن رقم توقیر اسلام

_____ ۸۴۸ھ

دگر فرما شہاب الدین مہ علم

_____ ۸۴۸ھ

مزید مطالعہ کے لیے:

اخبار الاخیار: ص ۳۹، ۹۱، ۲۹۲

اذکار اہرار [اردو ترجمہ گلزار اہرار]: ص ۱۴۴-۱۴۵

تاریخ شیراز ہند جون پور: ص ۶۰۰-۶۰۳

تذکرہ اولیاء ہند (جلد دوم): ص ۳۱

تذکرہ علماء ہند: ص ۲۱۷-۲۱۸

تذکرہ مشائخ شیراز ہند (جون پور): ص ۱۹۷-۲۰۳

حدائق الحنفیہ: ص ۳۱۹

خزینۃ الاصفیاء: ص ۳۸۱-۳۸۲

معارض الولاہیت (مخطی): برگ ۲۹۰ الف ب

(۹) شیخ علی بن احمد بن علی مہانگی کا لقب زین الدین تھا۔ قریش کا ایک گروہ مدینہ سے
اپنی جان بچا کر علاقہ کوکن میں آباد ہو گیا تھا؛ جن کی نسل نوائت [نوائط] کہلاتی

ہے، شیخ کا تعلق اسی نسل سے تھا۔ شیخ کے والد کا نام احمد پیرو ہے۔ پیرو آپ کے خاندان کا لقب ہے۔ شیخ اپنے وقت کے بڑے عالم اور عارف تھے۔ ”سخن فہم“ سے سال وصال برآمد ہوتا ہے۔ مفتی غلام سرور لاہوری نے قطعہ تاریخ وصال یوں موزوں کیا:

شد ز دنیا چو در بہشت بریں
والی ملک دیں علی ولی
گو وصالش علی عدیم المثل
ہم بخواں زبدۂ بہشت علی

۵۸۳۵ _____

مزید مطالعہ کے لیے:

اخبار الاخیار: ص ۳۸۷-۳۸۹

تذکرۃ علماء ہند: ص ۳۰۳

حدائق الحنفیہ: ص ۳۱۷

خزینۃ الاصفیا: ص ۹۳۹-۹۵۰

مآثر الکرام: ص ۱۷۲-۱۷۳

ہندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفسیریں: ص ۳۶-۴۲

(۱۰) مولانا شیخ سعد الدین خیر آبادی کے والد کا نام قاضی بڈھن ابن شیخ قدوائی امامی تھا جو خیر آباد کے قاضی ہے۔ علوم متداولہ کی تکمیل کے بعد بیس سال مرشد گرامی شیخ مینا لکھنوی کی خدمت میں رہے۔ مرشد کے وصال کے بعد خیر آباد آگئے۔ علم نحو، فقہ، اور اصول پرکٹی کتابیں لکھیں۔ شرح رسالہ کلید المعروف بہ ”مجمع السلوک“ خزائنہ جلالی (ملفوظات: مخدوم جہانیاں جہاں گشت) طرز پر ہے، اس میں انھوں

نے اپنے مرشد شاہ مینا لکھنوی کے ملفوظات و حالات جمع کیے ہیں۔

۱۲۷۷ء بمطابق ۸۸۲ھ ہجری کو راجہ ملک عدم ہوئے۔ اخبار الاخیار

میں تاریخ پیدائش ۸۷۲ھ اور وصال ۹۹۳ھ درج ہے جو درست نہیں۔ اہم خلفا میں شیخ

صغی سائی پوری، میر سید خورد زید پوری، شیخ الہدیہ خیر آبادی اور شیخ مبارک سندیلوی

کے اسما شامل ہیں۔ حدائق الحنفیہ میں مادہ تاریخ وفات ”راست کار“ دیا گیا ہے۔

مزید مطالعہ کے لیے:

اخبار الاخیار: ص ۲۱۲-۲۱۵

اذکار ابرار [اردو ترجمہ: گلزار ابرار]: ص ۲۸۳

تذکرہ اولیاء ہند (جلد دوم): ص ۳۸

تذکرہ علمائے ہند: ص ۱۹۹-۲۰۰

تذکرہ مشائخ شیزار ہند (جون پور): ص ۲۲۱-۲۲۲

حدائق الحنفیہ: ص ۳۳۶

حدیقۃ الاسرار فی اخبار الابرار: ص ۱۰۴

خزینۃ الاصفیا: ص ۳۹۲

معارج الولاہیت (خطی): برگ ۲۹۵ ب

نزہۃ الخواطر [جلد دوم، اردو ترجمہ: بویچی امام خاں نوشہروی]: ص ۱۰۷-۱۰۸

(۱۱) مولانا عبداللہ کا وطن تلمبہ تھا جو ملتان کے مضاف میں ہے۔ مدتوں اپنے وطن میں

تحصیل علم اور فروغ علم میں معروف رہے۔ سکندر لودھی کے زمانے میں دہلی پہنچے اور

پھر وہیں رہنے لگے۔ اس علاقے میں علم معقول کو رواج دینے میں ان کو اولیت حاصل

ہے۔ ان سے قبل شرح شمسہ اور شرح صحائف کے علاوہ منطق اور کلام میں

کچھ اور نہیں پڑھایا جاتا تھا۔ چالیس سے زیادہ نام ور علما جیسے: میاں لادون، جمال

خان دہلوی، میاں شیخ بودے اور میاں سید جلال بدایونی ان کے دامنِ تعلیم سے وابستہ رہے۔ سلطان سکندر لودھی ان کی محفل میں خاموشی اور احترام سے آکر بیٹھ جاتا اور جب آپ فارغ ہو جاتے، سلسلہ کلام شروع کرتا۔ مولانا کی تصانیف میں ہدیہ المیزان بھی شامل ہے۔

مزید مطالعہ کے لیے:

تذکرہ علمائے ہند: ص ۲۳۶-۲۳۷

تذکرۃ المصنفین: ص ۲۶۲-۲۶۳

حلائق الحنفیہ: ۳۶۲-۳۶۳

مآثر الکرام: ص ۱۷۵-۱۷۶

منتخب التواریخ (اردو ترجمہ: محمود احمد فاروقی): ص ۲۱۳

(۱۲) مولانا شیخ الہ داد جون پوری ۱۳۳۹ء کو جون پور میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے ملا عبدالمالک عادل جون پوری سے بھی تعلیم پائی۔ ایک واسطے سے قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے شاگردوں میں بھی شمار ہوتے ہیں۔ سلطان حسین شاہ شرقی ان کا بڑا قدر دان تھا۔ ہدایہ اور بیضاوی کی شرح مکمل کی تو ایک لاکھ تنگے بطور انعام ہے۔ سلطان سکندر لودھی بھی ان کا بہت احترام کرتا تھا۔ سید راجی حامد شاہ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ آپ کے شاگردوں میں شیخ معروف کا نام معروف ہے۔ فرزند ارجمند شیخ بہکھاری جون پوری بڑے پایہ کے عالم تھے اور فرزند دیگر مولانا عبداللہ بھی کامل تھے۔ آپ نے کئی کتابوں کی شرحیں لکھیں جیسے: شرح کافیہ (نحو)، شرح ہدایہ (فقہ)، شرح مدارک (تفسیر)، شرح تفسیر بیضاوی (تفسیر) شرح بزودی اور حواشی بر حواشی ہندیہ۔ مولانا ۱۹۲۳ء / ۱۵۱۷ء میں واصلِ بحق ہوئے۔ ”شہنشاہِ دوراں“ آپ کا مادہ تاریخ وفات ہے۔ جون پور میں آسودہ خاک

ہوئے، بعض تذکروں میں ان کا مدفن بہار کے قریب سرائے الدین لکھا ہے۔ مفتی غلام سرور لاہوری نے قطعہ سال وصال یوں کہا:

عقل سال انتقال آنجناب

گفت مصباح بہشت اللہ داد

مزید مطالعے کے لیے:

اخبار الاخیار: ص ۲۲۰-۲۲۱

تاریخ شیراز ہند جون پور: ص ۶۳۰-۶۳۱

تجلی نور (جلد دوم): ص ۳۹-۴۰

تذکرہ اولیاء ہند (جلد دوم): ص ۴۴

تذکرہ علمائے ہند: ص ۱۲۲

تذکرہ مشائخ شیراز ہند (جون پور): ص ۲۰۸-۲۱۱

حداائق الحنفیہ: ص ۲۶۲-۳۶۵

خزینۃ الاصفیا: ص ۴۰۴

مرآة الاسرار (خطی): ص ۳۹۴-۳۹۵

(۱۳) شیخ ۸۸۵ھ/۸۱-۱۳۸۰ء کو برہان پور میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی کا نام حسام الدین متقی تھا جو شاہ باجن چشتی برہان پوری کے مرید تھے۔ تحصیل علم سے فارغ ہوئے تو برہان پور کے منصب قضاة پر فائز ہوئے۔ سرکاری ملازمت اختیار کر لی مگر کچھ عرصے بعد دنیا اور اسباب دنیا سے بیزار ہو کر ملازمت چھوڑ دی اور شاہ باجن کے صاحب زادے شیخ عبدالکلیم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ انھی سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ ۹۴۱ھ/۱۵۳۳ء کو گجرات پر ہمایوں کے حملے کے وقت شاگردوں کی ایک جماعت کے ساتھ عازم حجاز ہوئے اور مکہ مکرمہ میں مستقل سکونت اختیار کر لی؛ یہیں

شیخ نے ۲ جمادی الاول ۹۷۵ھ / ۱۵۶۷ء میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ ”شیخ مکہ“ اور ”متابعت بنی“ سے تاریخ وصال برآمد ہوتی ہے۔ کتابوں کے نام یہ ہیں:

۱۔ منهاج العمال فی سنن الاقوال والافعال

۲۔ کمال منهاج العمال

۳۔ غایۃ العمال

۴۔ المستدرک

۵۔ کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال

۶۔ منتخب کنز العمال

۷۔ شرح شمائل النبی

۸۔ البرہان فی علامۃ مہدی آخر الزمان

۹۔ جوامع الکلم فی المواعظ والحکم

آپ کے تلامذہ میں سے قاضی عبداللہ بن ابراہیم سندھی [م: ۹۵۵ھ /

۱۵۲۸ء]، رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی [م: ۱۰۰۳ھ / ۱۵۸۵ء]، شیخ عبداللہ بن سعد

اللہ سندھی [م: ۹۸۳ھ / ۱۵۷۷ء]، شیخ عبدالوہاب متقی [م: ۱۰۰۱ھ / ۱۵۹۲ء] اور شیخ

محمد طاہر پٹنی [م: ۹۸۶ھ / ۱۵۷۹ء] کے نام مشہور ہیں۔

شہزادہ داراشکوہ نے سفینۃ الاولیاء میں ان کے والد کا نام عبدالملک اور ان کا مدفن

مدینہ منورہ لکھا ہے، جو درست نہیں۔

مزید مطالعہ کے لیے:

اخبار الاخبار: ص ۵۲۳-۵۲۴

اذکار اہرار [اردو ترجمہ: گلزار اہرار]: ص ۴۰۲-۴۰۳

تاریخ مشائخ چشت: ص ۲۱۲

تذکرہ اولیاء ہند (جلد دوم): ص ۶۹

تذکرہ علمائے ہند: ص ۳۰۲-۳۰۳

حدائق الحنفیہ: ص ۳۸۲-۳۸۳

حدیقۃ الاسرار فی اخبار الابرار: ص ۱۱۱-۱۱۲

خزینۃ الاصفیا: ص ۲۲۸-۲۲۸

رود کوثر: ص ۳۵۳-۳۵۵

زاد المتقین فی سلوک طریق الیقین: شیخ عبدالحق محدث دہلوی

سفینۃ الاولیا: ص ۲۲۷-۲۲۸

علم حدیث میں پاک و ہند کا حصہ: ص ۲۷۵-۲۷۹

علماء ہند کا شاندار ماضی (جلد اول): ص ۳۳۵-۳۳۳

مآثر الکرام: ص ۱۷۶-۱۷۹

(۱۴) جمال الدین محمد بن طاہر بن علی پٹنی کا شمار ہند کے اجل محدثین میں ہوتا ہے۔

آپ ۹۱۳ھ/۱۵۰۸ء کو شمالی گجرات میں پٹن (نہروالا) میں پیدا ہوئے۔ آپ نے

گجرات میں شیخ ناگوری، استادزماں ملامتہ، مولانا برہان الدین سموی، مولانا ید اللہ

سوہی اور دوسرے علمائے تعلیم حاصل کی۔ ۹۳۳ھ/۱۵۳۷ء کو مکہ مکرمہ میں شیخ علی متقی

کے حلقہ درس حدیث میں شامل ہوئے اور چھ سال تک شیخ علی متقی اور دوسرے محدثین

مکہ جیسے ابن حجر الہیثمی، ابوالحسن الہکری اور مفتی قطب الدین نہروالی سے کسب فیض کیا۔

۹۵۰ھ/۱۵۴۳ء کے قریب واپس گجرات آ کر پٹن میں مدرسہ کی بنا ڈالی، بوہروں کے

عقائد کی اصلاح کو انہوں نے اپنا مقصد حیات بنالیا مگر ۶ شوال ۹۸۶ھ/دسمبر ۱۵۷۸ء کو

انہی کے ہاتھوں اجمین اور سارنگ پور کے درمیان شہید ہوئے۔ ”خلیفہ دوراں“ سے سال

وفات برآمد ہوتا ہے۔ آپ کی معروف تصانیف میں المغنی فی ضبط الرجال،

تذکرۃ الموضوعات، قانون الموضوعات و الضعفا والوضاعین، اسماء الرجال اور مجمع بحار الانوار شامل ہیں۔

مزید مطالعہ کے لیے:

اخبار الاخبار: ص ۵۶۰

اذکار اہرار [اردو ترجمہ گلزار اہرار]: ص ۳۲۲-۳۲۳

تاریخ و ہرہ (اردو ترجمہ: نوہرہ و روشن): ص ۳۸-۳۹، ۴۳-۴۶

تذکرۃ اولیاء ہند (جلد دوم): ص ۷۶

تذکرۃ علمائے ہند: ص ۳۷۶-۳۷۸

حدائق الحنفیہ: ص ۸۵-۳۸۷

خزینۃ الاصفیا: ص ۴۳۳

رود کوثر: ص ۳۹۲-۳۹۳

علم حدیث میں پاک و ہند کا حصہ: ص ۱۵۳-۱۵۷

علماء ہند کا شاندار ماضی (جلد اول): ص ۳۲۳-۳۲۴

مائثر الکرام: ص ۱۷۹-۱۸۱

(۱۵) شیخ وجیہ الدین ایک عالم، زاہد، فقیہ، محدث اور جامع کمالات ظاہری و باطنی تھے۔ آپ کی تاریخ ولادت پر تذکروں میں اختلاف ہے۔ گلزار اہرار میں ۹۰۲ھ مائثر الکرام میں ۹۱۱ھ اور بعض میں ”شیخ“ کو آپ کا مادہ سال ولادت قرار دیا گیا ہے جس سے ۹۱۰ھ سال ولادت قرار پاتا ہے۔ آپ کے دادا سید بہا الدین مکی، سلطان محمود ثانی کے عہد میں عرب سے ہجرت کر کے ہند میں تشریف لائے۔ آپ کے والد گرامی کا نام شیخ نصر اللہ علوی تھا۔ شیخ نے سید ابوالقاسم سے حدیث کی تعلیم حاصل کی۔ علامہ محمد بن محمد مالکی اور شاہ عبدالملک بنیانی عباسی سے سند فراغ

حاصل کی۔ اللہ نے شیخ کی دعا میں بڑا اثر اور شفا رکھی تھی۔ ہر روز بے شمار مریض آپ کے آستانے پر حاضر ہوتے اور آپ کی دعا سے شفا یاب ہوتے۔ سلسلہ شطاریہ میں شاہ محمد غوث گوالیاری سے مجاز تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں ایک مدرسہ بہ نام مدرسہ عالیہ علویہ خان پور، احمد آباد میں قائم کیا، جسے آپ کی زندگی میں ہی ایک بڑے علمی مرکز کی حیثیت حاصل ہو گئی تھی۔ احمد آباد میں وصال ہوا۔ ”شیخ وجیہ الدین“ سے سال وفات نکلتا ہے۔ غلام سرور لاہوری نے قطعہ تاریخ وصال یوں نظم کیا:

شیخ عالم وجیہ دین بنی
شد چو از دہر سوئے خلد بریں
فیض حق کن رقم حفیظ بخواں
سال وصلش بزینت و تزئین

_____ ۵۹۸۰ھ

نیز داں سال رحلت آں شاہ
صاحب حق سخی وجیہ الدین

_____ ۵۹۸۰ھ

مزید مطالعہ کے لیے:

اذکار اہرار [اردو ترجمہ گلزار اہرار]: ص ۴۰۵-۴۰۹

آثار خیر: ص ۶۴

تذکرہ علماء ہند: ص ۲۵۶-۲۵۷

تذکرہ اولیاء ہند (جلد سوم): ص ۵۸

تواریخ آئینہ تصوف: ص ۲۵۷

حدائق الحنفیہ: ص ۳۸۸-۳۸۹

حیاتِ شیخ عبدالحق محدث دہلوی: ص ۹۷-۱۰۱

خزینۃ الاصفیاء: ص ۹۷۲-۹۷۳

رودِ کوثر: ص ۳۹۳-۳۹۴

سفینۃ الاولیاء: ص ۱۹۳

علمِ حدیث میں پاک و ہند کا حصہ: ص ۱۵۹

علماءِ ہند کا شاندار ماضی (جلد اول): ص ۳۲۲-۳۲۵

مآثر الکرام: ص ۱۸۱-۱۸۲

مشائخِ احمد آباد (جلد اول): ص ۲۷۱-۲۹۵

مفتاح العارفین (خطی): برگ ۲۲۵ الف ب

منتخب التواریخ (اُردو ترجمہ): ص ۵۸۲-۵۸۵

(۱۶) شیخ ابوالفیض فیضی، شیخ مبارک کے بڑے بیٹے اور شاگرد تھے۔ چودہ سال کی عمر میں علومِ مروجہ کی تحصیل کی۔ مختلف علوم جیسے: شعر، معما، عروض، قافیہ، تفسیر، تاریخ، لغت، طب، خط اور انشا میں بے مثال تھے۔ ابتدا میں فیضی اور بعد میں فیاضی تخلص کرتے تھے۔ رامائن اور بھاگوت گیتا کے تراجم بھی کیے۔ ان کی دیگر تصانیف میں خمسۃ فیضی، سلیمان و بلقیس، ہفت کشور، لطیفۃ فیاضی، گلدستہ نشر و نظم، تذکرۃ الشعرا اور مثنوی نل دمن شامل ہیں۔ وہ مذہب کی پابندی کو برداشت نہ کرتے تھے۔ ملا عبدالقادر ان کے متعلق رقم طراز ہیں:

”نفاق، خباثت، ریاکاری، حبِ جاہ اور رعونت تو کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ مسلمانوں سے تو اسے دلی عناد تھا۔ اصولِ دین کی اہانت کرتا رہتا تھا۔ صحابہ کرام، متقدمین اور متاخرین اہل علم اور مشائخینِ زندہ یا مرحوم ہر ایک کی مذمت اور بے ادبی کرنے میں اسے باک نہیں ہوتا تھا۔

تمام علما، صلحا اور فضلا کی رات دن توہین کرتا رہتا تھا۔ اس سے تو یہودی، نصرانی اور مجوسی لاکھ درجہ بہتر تھے۔ ایسا بد عقیدہ تھا کہ تمام حرام باتوں کو شریعت کی ضد اور حلال اور فرائض کو حرام سمجھتا تھا۔“

”قاعدہ الحاد شکست“، ”بود فیضی ملحدی“ اور ”خالد فی النار“ مادہ ہائے تاریخ و فوات ہیں۔

مزید مطالعہ کے لیے:

اذکارِ اہرار [اُردو ترجمہ گلزارِ اہرار]: ۲۵۳-۲۵۴

آثار الشعراء: ص ۳۳۹-۳۴۰

تذکرہ علماء ہند: ص ۹۲-۹۵

ذخیرۃ الخوانین: (جلد اول)، ص ۶۲-۶۷

رودِ کوثر: ص ۱۳۳-۱۳۵

گیارہویں صدی کے علمائے برصغیر (اُردو ترجمہ: نرہ

الخواطر، جلد پنجم): ص ۷۲-۷۶

مآثر الکرام: ص ۱۸۲-۱۸۷

منتخب التواریخ (اُردو ترجمہ): ص ۷۲۹-۷۳۵

ہندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفسیریں: ص ۵۹-۷۱

(۱۷) اصل نام سید محمد الدین بن روح اللہ حسینی ہے۔ بعض مؤرخین نے شیخ کے قصبے کا

نام بروج اور بعض نے بھڑوچ درج کیا ہے۔ یہ قصبہ بہ قول آزاد بلگرامی توابع گجرات

احمد آباد میں ہے۔ شیخ علوم عقلیہ و نقلیہ کے ماہر تھے۔ ان کے نام و رشاگردوں میں شیخ

احمد شادی، حسن قزاقی، حبیب اللہ اور عبد العظیم کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ ”ہمع نور

سعادت“ سے آپ کا سال وفات لگتا ہے۔

مزید مطالعہ کے لیے:

اذکارِ اہرار [اُردو ترجمہ گلزارِ اہرار]: ص ۵۸۶-۵۸۸

تذکرہ علمائے ہند: ص ۲۲۲-۲۲۳

حدائقِ الحنفیہ: ص ۴۰۱

رودِ کوثر: ص ۳۹۲-۳۹۵

مآثر الکرام: ص ۳۹-۴۱

مشائخ احمد آباد (جلد اول): ص ۲۹۷-۲۹۸

(۱۸) حضرت مجدد الف ثانی کے جدِ اعلیٰ امام رفیع الدین نے کابل سے سہند / سرہند میں ہجرت کی۔ حضرت مجدد صاحب کا شجرہ نسب اٹھائیس واسطوں سے خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ سے جاملتا ہے۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے روضۃ القیومیہ کے تعارف بہ عنوان ”افتتاحیہ“ میں ۲۹ واسطوں سے شجرہ حضرت عمر فاروق سے ملایا ہے، جب کہ پروفیسر محمد اقبال مجددی نے زید ابوالحسن فاروقی کی کتاب مقاماتِ خیر کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت مجدد صاحب کا نسب اٹھائیس نہیں بتیس واسطوں سے حضرت عمر فاروق سے ملتا ہے۔ حضرت مجدد صاحب کی تصانیف و تالیف میں مکتوباتِ امام ربانی کے علاوہ رسالہ تہلیلہ، رسالہ اثباتِ نبوت، رسالہ مبداء و معاد، رسالہ معارفِ لدنیہ، رسالہ مقصود الصالحین، رسالہ در مسئلہ وحدت الوجود، رسالہ جذب و سلوک، رسالہ ردِ روافض، تعلیقات العوارف، شرح رباعیات خواجہ باقی باللہ، رسالہ آداب المریدین اور رسالہ مکاشفاتِ عینیہ شامل ہیں۔ آپ کی اولاد میں خواجہ محمد صادق [م: ۱۰۲۵ھ]، خواجہ محمد سعید [م: ۱۰۷۰ھ]، خواجہ محمد معصوم [م: ۱۰۷۹ھ] اور شاہ محمد یحییٰ [م: ۱۰۹۳ھ] شامل ہیں۔ علماءِ ہند کا شاندار ماضی میں آپ کے تین اور

بیٹوں کے نام بھی ملتے ہیں۔ محمد عیسیٰ، محمد فرخ اور محمد اشرف۔ اول الذکر آٹھ سال اور ثانی الذکر اٹھارہ سال کی عمر میں واصل بحق ہوئے۔ حضرت عبدالحق محدث دہلوی اول اول آپ کے مخالف رہے اور آپ کے خلاف کئی مضامین لکھے، بعد ازاں صفائے باطنی ہو گئی اور آپ کے عقیدت گزاروں میں شامل ہو گئے۔ اس ضمن میں خود محدث دہلوی فرماتے ہیں:

”مجھ فقیر عبدالحق کو حضرت شیخ احمد سرہندی نے جو صفائی باطن عنایت فرمائی ہے وہ بے حد و حساب ہے۔ حضرت شیخ نے ہمارے درمیان کوئی پردہ بشریت و حجاب باقی نہیں رکھا۔ آپ نے طریقت، انصاف اور عقلی تمیز کو جو بزرگوں کا خاصہ ہے، اس دنیا کے اندر میرے باطن میں بہ طریقہ ذوق، وجدان و غلبہ کے پوری طرح جاگزیں کر دیا، جس کے اظہار سے زبان قاصر ہے۔“

حضرت مجدد الف ثانی کے اہم خلفا میں شیخ حمید بنگالی، شیخ محمد نعمان، شیخ عبدالحق، شیخ نور محمد بہاری، سید محبت اللہ مانا پوری، شیخ طاہر بدخشی، حمید الدین احمد آبادی، شیخ آدم بنوری، بدر الدین سرہندی، شیخ کریم الدین بابا حسن ابدالی، عبدالغفور شمرقدی اور خواجہ محمد ہاشم کشمی شامل ہیں۔ حضرت مجدد صاحب کے تاریخ وصال کے حوالے سے بھی تذکرہ نویسوں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ حقائق الحنفیہ، حدیقۃ الاولیا اور خزینۃ الاصفیا میں ۱۰۳۵ھ کو آپ کا سال وفات قرار دیا گیا ہے۔ پروفیسر محمد اقبال مجددی نے بیس کتابوں کے حوالے سے ثابت کیا ہے کہ مجدد صاحب کی تاریخ وصال ۱۰۳۵ھ نہیں بلکہ ۱۰۳۴ھ ہے۔ حضرات القدس میں کثرت سے مادہ ہائے تاریخ وصال دیے گئے ہیں، جن سے ۱۰۳۴ھ ہی سال وصال نکلتا ہے۔ خزینۃ

الاصفیا میں اگرچہ آپ کی وفات کا سال ۱۰۳۵ھ درج ہے مگر جو مادہ ہائے تاریخ دیے گئے ہیں، ان سے ۱۰۳۳ھ برآمد ہوتا ہے۔ جیسے: احمد صراطِ مستقیم، فیضِ کمال احمد، پیر سلطان الف ثانی، "شہِ جنتِ مقیم"۔

مزید مطالعہ کے لیے:

اخبار الاخیار: ص ۶۲۹-۶۳۳

اذکارِ ابرار [اُردو ترجمہ گلزارِ ابرار]: ص ۵۳۷-۵۴۴

الفرقان، مجدد الف ثانی نمبر:

تذکرہ علمائے ہند: ص ۱۰۳-۱۰۶

حدائق الحنفیہ: ص ۴۰۴-۴۰۶

حدیقہ محمودیہ: [ترجمہ: روضۃ القیومیہ]: خواجہ محمد احسان مجددی سرہندی

حدیقہ الاولیا: ص ۱۱۷-۱۱۸

حضرات القدس: ص ۲۶-۲۱۹

حضرت مجدد الف ثانی: سید زوار حسین شاہ

حضرت مجدد الف ثانی: حالات، افکار و خدمات: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

حیاتِ مجدد اور ان کے ناقدین: شاہ ابوالحسن زید فاروقی

خزینۃ الاصفیا: ص ۵۷۵-۵۸۵

رودِ کوثر: ص ۲۲۳-۳۲۵

روضۃ القیومیہ (جلد اول: خطی): خواجہ محمد احسان مجددی سرہندی

زبدۃ المقامات: محمد ہاشم کشمی

سفینۃ الاولیا (اُردو ترجمہ): ص ۲۳۳-۲۳۴

سیرتِ امام ربانی: ابوالبلیان محمد داؤد پسروری

سیرت مجدد الف ثانی: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
 علماء ہند کا شاندار ماضی [جلد اول]: ص ۱-۶
 علم حدیث میں پاک و ہند کا حصہ: ص ۱۶۵-۱۶۶
 عمدۃ المقامات: حاجی محمد فضل اللہ

مجدد ہزارہ دوام: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
 مقامات امام ربانی مجدد الف ثانی: محمد حسن نقش بندی
 وصال احمدیہ: شیخ بدرالدین سرہندی
 ہدیۃ احمدیہ: مولوی شیخ احمد کی

(۱۹) آپ ہندوستان کے مشاہیر علما میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کے والد گرامی کا نام محمد اعظم بن عبدالرسول تھا۔ تمام عمر درس و تدریس میں گزارے۔ شرح خلاصۃ المسحاب، حاشیہ فوائد ضیائیہ، شرح تشریح الاملاک، حرمة الغنا والمزامیر اور رقیب باب المعروف والمنکر آپ کے اہم تصنیفی و تالیفی کارنامے ہیں۔ ۱۰۳۹ء میں وصال ہوا۔ مولانا آزاد نے ۹۳۹ھ اور صاحب نزہۃ الخواطر نے سال وصال ۱۱۳۳ھ دیا گیا ہے جو درست نہیں۔ ”ڈکٹر دانش“ سے سال وصال لکھا ہے۔

مزید مطالعہ کے لیے:

تذکرہ علماء ہند: ص ۲۹۲

مآثر الکرام: ص ۱۹۴-۱۹۵

بارہویں صدی کے علماء برصغیر (اردو ترجمہ: نزہۃ الخواطر - جلد ششم):

ص ۲۳۶-۲۳۷

حدائق الحنفیہ: ص ۴۰۷

(۲۰) حضرت شیخ عبدالحق کے اجداد کا تعلق بخارا سے تھا۔ ان کے جد کلاں آغا محمد ترک سلطان علاؤ الدین خلجی (۱۲۹۶ء تا ۱۳۱۶ء) کے دور حکومت میں ہندوستان آئے۔ آپ کے والد محترم کا نام مولانا سیف الدین (۹۳۰ھ تا ۹۹۰ھ) تھا۔ شیخ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی۔ بعد ازاں ماورالنہر کے اساتذہ سے کسب فیض کیا۔ آپ کو قادریہ، چشتیہ، شاذلیہ، مدنیہ اور نقشبندیہ میں خلافت و اجازت حاصل تھی۔ شیخ شاعر بھی تھے اور حقی تخلص کرتے تھے؛ آپ کے اشعار کی تعداد پانچ لاکھ بتائی جاتی ہے۔ چند اہم کتابوں کے نام یہ ہیں:

تعلیق الحاوی علی تفسیر البیضاوی (تفسیر)، شرح صلور تفسیر آیت النور (تفسیر)، تحصیل الغنائم والبرکات بہ تفسیر سورۃ والعیادیات (تفسیر)، شرح العقیدۃ الجزریہ (تجوید)، اشعة اللمعات فی شرح المشکوٰۃ (حدیث)، اللمعات التنقیح فی شرح مشکوٰۃ المصابیح (حدیث)، رسالہ اقسام الحدیث (حدیث)، جامع البرکات متخب شرح المشکوٰۃ (حدیث)، تحقیق الاشارہ فی نعیم البشارۃ (حدیث)، رسالہ شب برات (حدیث)، شرح سفر السعادت (حدیث)، تکمیل الایمان (عقاید)، مفتح المنان فی تائید النعمان (فقہ)، الفوائد (فقہ)، تنبیہ المعارف بما وقع فی العوارف (تصوف)، شرح فتوح الغیب (تصوف)، رسالۃ وجودیہ (تصوف)، اخبار الاخیار (تذکرہ)، آداب الصالحین (اخلاق)، آداب اللطائف والمناظرہ (اخلاق)، شرح شمسہ (فلسفہ)، ذکر ملوک (تاریخ)۔

چورانوے سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ دہلی میں حوض شمس کے کنارے دفن ہوئے۔
 ”فخر العالم“ اور ”فخر العلماء“ سے سال وفات برآمد ہوتا ہے۔

مزید مطالعہ کے لیے:

اخبار الاخبار: ص ۱۱-۱۵

اذکار ابرار [اردو ترجمہ گلزار ابرار]: ص ۵۹۸-۶۰۰

بحر ذخار: (خطی)، ۲۸۸ الف-۲۹۱ ب

تذکرہ علماء ہند: ص ۲۳۷-۲۳۸

حدائق الحنفیہ: ص ۳۰۹-۳۱۲

حدیقۃ الاولیا: ص ۱۹۳-۱۹۵

حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی: خلیق احمد نظامی

خزینۃ الاصفیا: ص ۱۵۳

ذکر جمیع اولیای دہلی: ص ۸۷-۸۸

رود کوثر: ص ۳۲۳-۳۸۸

روضۃ القیومیۃ: ص ۵۷۹-۵۸۰

علم حدیث میں پاک و ہند کا حصہ: ص ۱۷۰-۱۷۷

مآثر الکرام: ص ۱۸۷-۱۸۸

منتخب التواریخ (اردو ترجمہ): ص ۶۲۳-۶۲۷

(۲۱) شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے بیٹوں میں علمی لحاظ سے ممتاز تھے۔ شیخ انھیں اپنا ”وجودِ ثانی“ کہا کرتے تھے۔ آپ ۱۹۸۳ھ میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم والدِ گرامی سے حاصل کی۔ سلسلہ قادریہ میں والدِ گرامی ہی سے بیعت و مجاز تھے۔ سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت مجدد الف ثانی کے فرزند ارجمند خواجہ محمد معصوم کے مرید اور خلیفہ تھے۔ شیخ نے ساری زندگی درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں گزاری۔ شیخ نورالحق شاعری بھی کرتے تھے۔ مشرقی آپ کا مخلص ہے۔ ایک مثنوی

تحفة العراقین اور ایک دیوان کا ذکر ملتا ہے مگر دست یاب نہیں۔ اہم کتابوں میں تیسیر الباری فی شرح صحیح البخاری، شرح صحیح المسلم، شرح شمائل ترمذی، شرح قران السعدین، تفسیر سورۃ فاتحہ، محیی القلوب، شرح عضدی، شرح ہدایہ، شرح مطالع، رسالہ در بیان رویا کے علاوہ زبلة التواریخ بھی شامل ہے۔ اس کتاب میں سلطان محمد غوری سے شہنشاہ جہانگیر کی تخت نشینی (۱۶۰۵ء) تک کے حالات مرقوم ہوئے ہیں۔ ”شیخ الاسلام“ سے سال وفات لکلتا ہے۔

مزید مطالعہ کے لیے:

اخبار الاخیار: ص ۱۵

بحر ذخار: (خطی)، ۳۹۱ ب-۳۹۳ الف

تذکرۃ علماء ہند: ص ۲۵۱-۲۵۲

حدائق الحنفیہ: ۳۱۸

حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی: ص ۲۲۸-۲۵۲

خزینۃ الاصفیا: ص ۹۸۹

ذکر جمیع اولیای دہلی: ص ۹۰

علم حدیث میں ہاک و ہند کا حصہ: ص ۱۷۷-۱۷۸

فرحت الناظرین: ص ۶۸-۷۱

مآثر الکرام: ص ۱۸۸-۱۸۹

(۲۲) ملا محمود فاروقی جون پوری ۹۹۳ھ میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام شیخ محمد بن شاہ محمد تھا۔ ملا محمود نے اپنے دادا شاہ محمد سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ آپ کے تہج علمی کے باعث آپ کو گیارہویں صدی کا مجدد بھی کہا گیا ہے۔ آپ کو رصد گاہ بنانے کا بے حد

شوق تھا۔ اس کے لیے انھوں نے بادشاہ سے امداد مانگی مگر چوں کہ اس زمانے میں بلخ و بخارا کی جنگ درپیش تھی، اس لیے بادشاہ اس طرف توجہ نہ دے سکا۔ حکمت میں ان کی کتاب شمس بازغہ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ آج تک حکمت میں کوئی کتاب اس کے پائے کی تصنیف نہیں ہوئی۔ بڑے بڑے علماء و حکما جیسے: ملا نظام، ملا محمد حسن، مولانا محمد یوسف اور مولانا عبدالحمید نے اس کتاب پر حواشی لکھے۔ بلوچ ٹولہ جون پور میں دفن ہوئے۔ ”فخر آفاق“ سے سال وفات نکلتا ہے۔

مزید مطالعہ کے لیے:

تاریخ شیراز ہند جون پور: ص ۶۸۸-۶۹۰

تجلی نور (جلد دوم): ص ۴۸-۵۱

تذکرہ علماء ہند: ص ۴۱۲-۴۱۵

تذکرہ المصنفین: ص ۳۵۰-۳۵۲

حدائق الحنفیہ: ۴۱۲-۴۱۳

رود کوثر: ص ۳۹۱-۳۹۲

شاہ جہان نامہ [جلد سوم]: ص ۳۰۰-۳۰۱

علماء ہند کا شاندار ماضی (جلد اول): ص ۳۷۵

(۲۳) والد کا نام مولانا شمس الدین تھا۔ ۹۸۸ھ کو سیال کوٹ میں پیدا ہوئے۔ اساتذہ میں ملا کمال الدین کشمیری کے علاوہ عبدالحق محدث دہلوی بھی شامل ہیں۔ لاہور کے دارالعلوم میں صدر مدرس رہے۔ جہاں گیر اور شاہ جہاں نے قدر افزائی کی۔ لاہور، اکبر آباد، سیال کوٹ اور دوسرے شہروں میں انھوں نے دینی مدارس قائم کیے۔ حضرت مجدد الف ثانی کے دامن گرفتہ تھے۔ محمد عثمان القاسمی کے بہ قول ملا عبدالحمید، حضرت مجدد الف ثانی کے خواجہ تاش، بے تکلف دوست اور معتقد تھے مگر ان کے مرید نہ

تھے (تذکرۃ المصنفین: ص ۱۸۳) حضرت مجدد نے آپ کو ”آفتاب پنجاب“ کا خطاب دیا۔ حضرت مجدد کو پہلی بار ملا عبدالحکیم سیال کوٹی نے ہی ”مجدد الف ثانی“ کہا۔ سید شریف احمد شرافت نوشا ہی [م: ۳، جولائی ۱۹۸۳ء] نے حضرت نوشہ گنج بخش سے بھی آپ کی نسبت کا ذکر کیا ہے، لیکن باقی تذکروں سے اس کی تائید نہیں ہوتی۔ ملا عبدالحکیم نے کتابوں پر قیمتی حواشی لکھے اور تہلکہ مچا دیا۔ حضرت شاہ دولہ گجراتی [م: ۱۰۷۶] کی زیارت کے بعد واپس سیال کوٹ جا رہے تھے کہ سوہدرہ کے مقام پر ۱۰۳۲ھ کو وصال ہوا۔ بعض کتابوں میں ۱۰۶۸ھ اور ۱۰۶۷ھ کو ان کا سال وصال قرار دیا گیا ہے۔ مفتی غلام سرور لاہوری نے قطعہ تاریخ یوں کہا ہے:

چوں عبدالحکیم آن ولی خدا
زدنیائے دوں شد بخت مقیم
ندا شد پے سال تاریخ او
ولے مخزن علم عبدالحکیم

— ۱۰۶۸ھ —

سیال کوٹ میں آسودہ خاک ہوئے۔ غنیۃ الطالبین کا فارسی ترجمہ بھی کیا۔

مزید مطالعہ کے لیے:

بحر ذخار: (خطی)، ۱۵۹۱ الفب

پادشاہ نامہ (محمد امین قزوینی)، بحوالہ، عہد شاہجہانی کے بعض ممتاز

مشاہیر، مشمولہ، مہ ماہی اردو (ج: ۵۵، ش: ۱، ۱۹۷۹ء): ص ۶۷

تذکرہ مصنفین درس نظامی: ص ۱۳۸-۱۴۵

تذکرہ علماء ہند: ص ۲۵۰

تذکرۃ المصنفین المعروف بہ تراجم العلماء: ص ۱۸۲-۱۸۵

تذکرۃ المصنفین: ص ۱۸۲-۱۸۵

حدائق الحنفیہ: ص ۳۱۲-۳۱۵

حدیقة الاولیا: ص ۱۹۶

خزینة الاصفیا: ص ۹۸۲-۹۸۵

رود کوثر: ص ۳۹۰-۳۹۱

روضۃ القیومیہ: ص ۵۷۸

سوانح عمری علامہ عبدالحکیم سیال کوٹی: محمدالدین فوق

فرحت الناظرین: ص ۱۰۲-۱۰۴

مآثر الکرام: ص ۱۹۳-۱۹۴

(۲۳) شیخ عبدالرشید جون پوری ملقب شمس الحق ۱۰۰۰ھ میں بروہہ ضلع جون پور میں پیدا ہوئے۔ فیاض، دیوان اور شمس الحق القاب اور شمسی تخلص کرتے تھے۔ ابتدائی تعلیم شمس نور بروہی سے حاصل کی۔ سلسلہ نسب شیخ سری سقطی پر ختم ہوتا ہے۔ منطق، حکمت اور اصول کے ماہر علما میں شمار ہوتے ہیں۔ حدائق الحنفیہ میں ۱۰۸۶ھ کو ان کا سال پیدائش کہا گیا ہے جو درست نہیں۔ علماء ہند کا شاندار ماضی، تذکرہ علماء ہند اور تاریخ شیراز ہند جون پور کے مؤلفین نے آپ کی تاریخ وفات ۹ رمضان المبارک ۱۰۸۳ھ درج کی ہے۔ آپ کا مزار رشید آباد جون پور میں ہے۔ خزینة الاصفیا کے مولف نے ۱۰۵۵ھ کو شیخ کا سال وصال قرار دیا ہے اور قطعہ تاریخ یوں موزوں کیا ہے:

چوں رشید آن مرشد اہل رشاد

با ہزاراں رشد در جنت رسید

”افضل الاقطاب“ گو تاریخ او

نیز ”قطب الاولیا“ عارف رشید

—۱۰۵۵—

مزید مطالعہ کے لیے:

بارہویں صدی کے علمائے برصغیر (اُردو ترجمہ: نزہۃ الخواطر، جلد ششم):

ص ۲۰۳-۲۰۴

تذکرہ علمائے ہند: ص ۲۶۲

تذکرۃ المصنفین: ص ۲۲۳-۲۲۴

حدائق الحنفیہ: ص ۳۵۶-۳۵۷

خزینۃ الاصفیا (جلد دوم): ص ۳۷۳-۳۷۴

سمات الاخیار: ص ۳۱-۶۱

علماء ہند کا شاندار ماضی (جلد اول): ص ۳۸۵

فرحت الناظرین: ص ۸۴-۸۵

(۲۵) میر محمد زاہد بن قاضی محمد اسلم ہروی کابلی کو علماء ہند کا شاندار ماضی میں ہرات کو ان کا مولد قرار دیا گیا ہے۔ فنون، منطق اور حکمت میں ان کا کوئی مماثل نہ تھا۔ ان کے اساتذہ میں مرزا محمد فاضل بدخشی کا نام بھی شامل ہے۔ حافظہ نہایت قوی تھا، جو بات پڑھتے از بر ہو جاتی۔ تیرہ سال کی عمر میں فتوے دینے اور پڑھانے کے لائق ہو گئے۔ حاشیہ شرح تجرید بھی ان کی تصنیف ہے۔ میر محمد زاہد کے استاد مرزا محمد فاضل بدخشی ہندوستان آئے، انھیں علوم عقلیہ و نقلیہ میں مہارت کا دعویٰ تھا۔ شاہ جہان کے دربار میں حاضر ہوئے اور کہا کہ مجھے ملک العلماء کے منصب پر فائز کر دو۔ اس وقت ملا عبدالحکیم سیال کوئی اس منصب پر فائز تھے۔ شاہ جہان نے کہا مناظرہ کر لیں جو کام کاررہا ملک العلماء کی پر اس کا حق ہوگا۔ انھوں نے خود مناظرے میں شریک

ہونے کو اپنی ہتک جانا اور کابل سے اپنے شاگرد میر محمد زاہد کو لے کر آئے اور کہا: میرا یہ شاگرد مناظرہ کرے گا۔ عبدالحکیم سیالکوٹی نے تاڑ لیا کہ زاہد ابھی صرف میں نا پختہ ہیں، بادشاہ کے سامنے کہا اس بچے سے صرف کے صیغوں کے علاوہ کیا پوچھوں، پھر شافیہ کی ایک عبارت کا مطلب پوچھا۔ یہ بات میرزاہد کے ذہن میں نہ تھی، فرمایا کتاب دیکھ لوں۔ یوں میدان ملا عبدالحکیم سیال کوٹی کے ہاتھ رہا۔ ”فاضل بے مقابلہ“ سے سال وصال ۱۱۰۱ھ برآمد ہوتا ہے۔

مزید مطالعہ کے لیے:

بارہویں صدی کے علمائے برصغیر (اُردو ترجمہ: نزہۃ

الخواطر، جلد ششم): ص ۳۷۶-۳۷۷

تذکرہ علمائے ہند: ص ۳۶۶-۳۶۷

تذکرہ المصنفین: ص ۲۶۳-۲۶۴

حدائق الحنفیہ: ص ۲۲۸-۲۲۹

علمائے ہند کا شاندار ماضی: ص ۳۷۶-۳۸۱

فرحت الناظرین: ص ۱۱۸-۱۲۰

مائر الامراء (جلد سوم: اُردو ترجمہ): ص ۵۵۲-۵۵۳

(۲۶) ملا قطب الدین شہید سہالوی کا نسب سیدنا ایوب انصاریؓ سے ملتا ہے۔ آپ کے جد کلاں مدینہ سے ہرات آئے۔ خواجہ عبداللہ انصاری ہراتی آپ کے خاندان کے ایک مردِ جلیل تھے۔ خاندان کے پہلے بزرگ شیخ علاؤ الدین انصاری جو ہندوستان میں آئے اور مضافاتِ دہلی میں سکونت پذیر ہوئے۔ ملا نظام الدین نے اودھ کے قصبے سہالی میں سکونت اختیار، ان کی آنٹھوں پشت سے ملا قطب الدین شہید پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام عبدالحلیم تھا۔ آپ اپنے علم و فضل کے باعث لکھنؤ کے قرب و جوار

میں علمی ریاست کے صدر نشین تھے۔ کتاب تلویحات ان کی تصنیف ہے۔ فرنگی محل کے علما ان کی اولاد میں سے ہیں۔ قاضی گھاسی بن داؤد الہ آبادی سے طریقہ چشتیہ حاصل کیا۔ امور عامہ، تلویح اور شرح حکمتہ العین پر حاشیے لکھے؛ شرح عقاید عضدیہ، شرح عقاید نسفیہ اور مطول پر بھی حاشیے لکھے تھے مگر قتل کے فتنے میں ان کی تصانیف و تالیفات بھی جلادی گئیں۔

آپ کے ممتاز تلامذہ میں سید قطب الدین شمس آبادی، حافظ امان اللہ بن نور اللہ بناری، قاضی محبت اللہ بہاری، قاضی شہاب الدین گوپاموی، شیخ زین العابدین سندیلوی، شیخ صفیہ اللہ محدث خیر آبادی اور دوسرے شامل ہیں۔ ۱۱۰۳ھ سال شہادت ہے۔ ”فیض باری“ سے سال شہادت برآمد ہوتا ہے۔

مزید مطالعہ کے لیے:

بارہویں صدی کے علمائے برصغیر (اردو ترجمہ: نزہۃ الخواطر، جلد ششم): ص ۲۹۲-۲۹۳

تذکرہ علمائے ہند: ص ۳۳۶-۳۳۷

حدائق الحنفیہ: ص ۴۲۹

رود کوثر: ص ۶۰۴

علماء ہند کا شاندار ماضی (جلد اول): ص ۳۶۳-۳۶۴

فرحت الناظرین: ص ۱۲۰-۱۲۲

مقالات شبلی (حصہ سوم): ص ۱۰۳-۱۰۴

(۲۷) مولوی سید قطب الدین لکھنؤ کے قریب ایک بستی امیشی کے رہنے والے تھے، بعد ازاں قنوج کے ایک قصبے شمس آباد کو مستقل مستقر بنالیا اور اسی نسبت سے شمس آبادی کہلائے۔ بچک دستی اور بے سروسامانی میں زندگی گزاری مگر ہمیشہ توکل اور قناعت

شعار رہا۔ آپ کے ممتاز شاگردوں میں قاضی محبت اللہ بن عبدالشکور بہاری، حافظ امان اللہ بن نور اللہ بناری اور سید طفیل محمد بن شکر اللہ اترو لوی شامل ہیں۔ ”عفت شعار“ سے سال وصال نکلتا ہے۔

مزید مطالعہ کے لیے:

بارہویں صدی کے علمائے برصغیر (اردو ترجمہ: نزہۃ الخواطر، جلد ششم):

ص ۲۹۳-۲۹۴

تذکرہ علمائے ہند: ۳۳۷

حدائق الحنفیہ: ۲۳۳

مآثر الکرام: ص ۲۰۰

(۲۸) قاضی محبت اللہ کے والد کا نام عبدالشکور تھا۔ موضع کڑا متعلقہ محبت علی پور کے ملک قبیلے سے تعلق تھا۔ درسی کتابیں شیخ قطب الدین بن عبدالحلیم انصاری سہالوی سے پڑھیں۔ منطق میں مسلم العلوم اور افادات، اصول فقہ میں مسلم الثبوت اور بیان میں الجواهر الفرد آپ کی تصانیف ہیں۔ ان کے علاوہ جزء لا یتجرئ اور مغالطہ عامتہ الورد بھی آپ کے علمی کارنامہ ہیں۔ ”قاضی مولوی محبت اللہ“، ”رفقہ سوائے ارم محبت اللہ“ اور ”شیخ دہر“ سے سال وفات ۱۱۱۹ھ نکلتا ہے۔ احاطہ مزار شاہ فرید الدین طویلہ بخش محلہ چاند پورہ شہر بہار میں دفن ہوئے۔

مزید مطالعہ کے لیے:

بارہویں صدی کے علمائے برصغیر (اردو ترجمہ: نزہۃ الخواطر، جلد ششم):

ص ۳۱۵-۳۱۷

تذکرہ علمائے ہند: ص ۳۲۹-۳۵۰

حدائق الحنفیہ: ص ۲۳۱-۲۳۲

علماء ہندی کا شاندار ماضی (جلد اول): ص ۴۰۵-۴۰۶

مآثر الکرام: ص ۲۰۰-۲۰۱

تذکرۃ المصنفین: ص ۲۶۵-۲۶۷

(۲۹) حافظ امان اللہ کا مولد و منشا بنارس ہے۔ آپ معقول اور منقول کے عالم اور فروع و اصول کے ماہر تھے۔ درسی کتب کی تحصیل شیخ محمد ماہ دیوگامی، شیخ قطب الدین شمس آبادی اور دوسرے جید اساتذہ سے کی۔ آخر عمر میں شیخ محمد یحییٰ المعروف خوب اللہ الہ آبادی سے سلسلہٴ نقش بندیہ میں بیعت ہوئے۔ آپ کا مقبرہ بنارس میں ہے۔
”آرٹس کاخ“ مادہ تاریخ وصال ہے۔

مزید مطالعہ کے لیے:

بارہویں صدی کے علمائے برصغیر (اردو ترجمہ: نزہۃ الخواطر، جلد ششم):

ص ۷۰

تذکرۃ علماء ہند: ص ۱۲۶-۱۲۷

تذکرۃ المصنفین: ص ۲۸۶-۲۸۷

حدائق الحنفیہ: ص ۳۳۶-۳۳۷

مآثر الکرام: ص ۲۰۲-۲۰۳

(۳۰) شیخ غلام نقش بند ابن شیخ عطا اللہ لکنوی کا نسب آبان بن عمان یا عمر بن عثمان سے ملتا ہے۔ دادا حبیب اللہ گھوسی کے قاضی تھے۔ ۱۹/ریزی الحجہ ۱۰۵۱ھ میں گھوسی ضلع جون پور کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ شیخ محمد لکنوی سے شرح چغمینسی، قدوری اور بیضاوی کا کچھ حصہ پڑھا۔ آپ نے چوتھائی کلام پاک کی تفسیر لکھی، جس کا نام فرقان الانوار ہے۔ دیگر تصانیف میں اللدعمۃ العرشید فی مسئلۃ وحدۃ الوجود، القصیدۃ الخرزجیہ شامل ہیں۔ تذکرۃ علماء ہند میں سال وفات

۱۱۳۶ھ دیا گیا ہے۔ رجب ۱۱۳۹ھ کو شیخ پیر محمد کے ٹیلے پر دفن ہوئے۔ ”دار الفیض“ سے سال وصال برآمد ہوتا ہے۔ سید عبد الجلیل بلگرامی ان کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں۔ مزید مطالعہ کے لیے:

بارہویں صدی کے علمائے برصغیر (اردو ترجمہ: نزہۃ الخواطر، جلد ششم): ص ۲۷۲-۲۷۳

تبصرة الناظرین (خطی): ص ۱۱۳-۱۱۴

تذکرہ علمائے ہند: ص ۳۲۲-۳۲۳

حدائق الحنفیہ: ص ۳۳۵

فرحت الناظرین: ص ۱۲۲-۱۲۳

علمائے ہند کا شاندار ماضی (جلد اول): ص ۳۰۷-۳۰۸

مآثر الکرام: ص ۲۰۳-۲۰۶

ہندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفسیریں: ص ۱۲۰-۱۲۳

(۳۱) شیخ احمد بن شیخ ابوسعید کا شجرہ نسب سیدنا صدیق اکبرؓ سے جا ملتا ہے۔ ملا جیون

ایشی میں ۱۰۴۷ھ میں پیدا ہوئے۔ سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا۔ لطف

اللہ جہاں آبادی کے شاگرد تھے۔ زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔ تفسیر

احمدی آپ کا علمی کارنامہ ہے۔ ”خورشید اوج“ مادہ تاریخ ہے۔ غلام سرور لاہوری

نے تاریخ کا قطعہ یوں موزوں کیا ہے:

شیخ احمد چوں بہ فضل ایزدی

شدازیں دنیا بھکت باریاب

مہدی حق شیخ احمد وصل اوست

نیز شیخ احمد عالی جناب

— ۱۱۳۰ —

مزید مطالعہ کے لیے:

تذکرہ علماء ہند: ص ۱۵۳-۱۵۴

تذکرہ المصنفین: ص ۲۲۸-۲۲۹

حدائق الحنفیہ: ص ۴۳۶

خزینة الاصفیا: ص ۹۹۸

علماء ہندی کا شاندار ماضی (جلد اول): ص ۴۰۸-۴۰۹

ماثر الکرام: ص ۲۰۶-۲۰۷

(۳۲) سید عبد الجلیل فنون، معانی، بیان، بدیع، حدیث، تفسیر، سیر، اسما الرجال اور تاریخ میں ید طولار کھتے تھے۔ نزہتہ الخواطر میں آپ کی تاریخ پیدائش ۲۳ شوال جب کہ حدائق الحنفیہ میں ۲۳ ربیع الآخر درج ہے۔ آپ کے اساتذہ میں میر سعد اللہ اور میر طفیل بگرا می کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ سید عبد الجلیل فارسی کے بلند پایہ شاعر تھے۔ واسطی اور طرازی ان کے تخلص تھے۔ انشائے جلیل، منشآت جلیل، مثنوی شادی فرخ سیر بادشاہ، مثنوی کتخدائی ارشاد خان اور مثنوی امواج خیال ان کی تصانیف ہیں۔ تبصرۃ الناظرین کو بھی ان کی تصنیف خیال کیا جاتا ہے، جو درست نہیں۔ ان کے معروف تلامذہ میں بیٹوں کے علاوہ میر احمد لاہوری، سید محمد زمان راسخ سہندی، شیخ محمد رضا اور شیخ سیف الدین محمد کے نام شامل ہیں۔ "أولئك لهم عقبى الدار جنات عدن" مادہ سال وصال ہے۔ میر غلام علی آزاد نے تاریخ وصال یوں نظم کی:

میر عبد الجلیل کرد وفات

ورضوا عنه گشت سال مہمات

مزید مطالعہ کے لیے:

بارہویں صدی کے علمائے برصغیر (اردو ترجمہ: نزہۃ الخواطر، جلد ششم):

ص ۱۹۱-۱۹۳

تبصرۃ الناظرین (خطی): ص ۱۵۶-۱۶۲

تبصرۃ الناظرین (حصہ دوم): برگ: ۶۷-۶۹ الف

تذکرہ علمائے ہند: ۲۳۵-۲۳۷

حدائق الحنفیہ: ۲۳۷

حیاتِ جلیل: (جلد اول و دوم):

علمِ حدیث میں پاک و ہند کا حصہ: ص ۱۸۳

مآثر الکرام: ص ۲۳۵-۲۶۷

مقالات الشعراء: ص ۳۰۶-۳۱۳

نقدِ عمر: ص ۱۵۳-۱۵۶

(۳۳) سید علی کا تعلق بیت العلم والشیاختہ کے خاندان سے تھا۔ ان کا نسب جعفر بن

زید بن علی کرم اللہ وجہہ سے ملتا ہے۔ سید علی ۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۰۵۲ھ کو مدینہ منورہ میں

پیدا ہوئے۔ ۱۰۶۸ھ میں والد کے پاس ہندوستان آگئے اور یہیں تعلیم و تربیت حاصل

کی۔ نحو، بیان، حساب اور فقہ کی تعلیم شیخ محمد بن علی حشری عاملی سے حاصل کی۔ علم

حدیث جعفر بن کمال الدین شیبلی بحرانی سے حاصل کیا۔ آپ کی دیگر تصانیف میں:

ریاض السالکین، الحدائق الندیہ، شرح الفوائد الصمدیہ، الکلم الطوب

والغیث المہیث، سواۃ الغریب فی غرائب البحار و عجاب الجزائر،

الدرجات الرفیعہ اور دیوان الشعر العربی شامل ہیں۔

مزید مطالعہ کے لیے:-

بارہویں صدی کے علمائے برصغیر (اردو ترجمہ: نزہۃ الخواطر، جلد ششم):

ص ۲۳۹-۲۴۱

تذکرہ علمائے ہند: ۲۰۹-۲۱۰

(۳۴) سید محمد بلگرامی عربیت، لغت، محاضرات اور تاریخ دانی میں خاص دست گاہ رکھتے تھے۔ آپ نے شیخ شہاب الدین محمد بن احمد الخطیب کی کتاب المستطرف فی کل فن مستطرف کا ایک دل پذیر انتخاب الجزء الاشراف من المستطرف کے نام سے کیا۔ رقعات میر عبدالجلیل کے نام سے والد گرامی کے خطوط پر مفید حواشی و تعلیقات لکھے۔ مثنوی ناز و نیاز کے علاوہ تبصرۃ الناظرین بھی ان کی تصنیف ہے، جس میں بلگرام اور اہل بلگرام کی تاریخ ملتی ہے۔ آپ سید العارفین میر لطف اللہ عرف شاہ لدھا کے مرید تھے۔ ان کے نامور شاگردوں میں ان کے خواہر زادے میر غلام علی آزاد اور میر یوسف بھی شامل ہیں۔ آپ کی تاریخ وفات پر میر غلام علی آزاد نے نہایت پُر اثر اور درد انگیز مرثیہ کہا۔ مصرع ذیل سے سال وفات برآمد ہوتا ہے:

”رفت قدسی جہاں سید محمد از جہاں“

۱۱۸۵ھ

مزید مطالعہ کے لیے:

بارہویں صدی کے علمائے برصغیر (اردو ترجمہ: نزہۃ الخواطر، جلد ششم):

ص ۳۲۶-۳۲۷

تبصرۃ الناظرین (خطی): ص ۲۰-۲۶

تذکرہ علمائے ہند: ص ۲۰۹-۲۱۰

حیات جلیل (جلد دوم): ص ۱۵۹-۱۶۳

مآثر الکرام: ص ۲۸۱-۲۸۴

مقالات الشعراء: ص ۳۱۶-۳۲۱

نقدِ عمر: ص ۱۵۶-۱۵۸

(۳۵) سید سعد اللہ آلہ آباد کے قریبی قصبے سلون کے رہنے والے تھے۔ نزہۃ الخواطر میں سلون کو رائے بریلی سے دس میل کے فاصلے پر بتایا گیا ہے۔ آپ کے والد گرامی کا نام عبدالشکور تھا۔ آپ کے علم و فضل کے باعث اورنگ زیب عالم گیر نے دو گاؤں عطا کیے۔ آپ کی تصانیف و تالیفات میں: حاشیہ بر حاشیہ القدیمہ والجدیدہ، آداب البحث (منطق)، رسالہ ثبوتِ مذہبِ شیعہ، حاشیہ یحییٰ الوصول (فقہ) رسالہ چہل بیت مثنوی، حاشیہ ہدایۃ الحکمة، کشف الحق اور تحفة الرسول شامل ہیں۔ ان کے دو بیٹے تھے: عبدالعلی اور عبدالولی۔ ثانی الذکر کمالاتِ علمی میں باپ کے ثانی تھے، ان کا تخلص عزلت تھا۔ مآثر الکرام، تذکرہ علمائے ہند اور نزہۃ الخواطر میں آپ کا ماہِ وفات جمادی الاولیٰ درج ہے۔ بعض تذکروں میں سورت کو ان کا مدفن قرار دیا گیا ہے۔ ”نثر محفل“ سے سالِ وصال برآمد ہوتا ہے۔

مزید مطالعہ کے لیے:

بارہویں صدی کے علمائے برصغیر (اردو ترجمہ: نزہۃ الخواطر، جلد ششم):

ص ۱۳۱-۱۳۲

حدائق الحنفیہ: ص ۴۰۷

مآثر الکرام: ص ۲۰۷-۲۰۹

۱۔ تذکرہ علمائے ہند: ص ۱۹۶-۱۹۷، ۵۳۳-۵۳۴

(۳۶) سید طفیل محمد کا مولد اترولی آگرہ کے مضافات میں ایک قصبہ ہے۔ سات سال

شہ کی عمر میں جب آپ دہلی پہنچے تو میزان الصراف کا پہلا سبق اُس وقت کے معروف عالم اور عارف سید حسن رسول نما سے لیا۔ پندرہ سال کی مختصر عمر میں علوم و فنون میں مہارتِ تامہ حاصل کر لی۔ ۱۱۵۱ھ میں بلگرام میں انتقال ہوا، محمد نگر کے باغ میں آسودہ خاک ہوئے۔ ”تاریخ مذہب“ سے سالِ وصال نکلتا ہے۔ غلام علی آزاد نے ان کا قطعہ تاریخ وصال یوں نظم کیا:

افسوس کہ آفتابِ معنی

از حلقہٴ آسماں بروں رفت

تاریخ وصالِ او خرد گفت

علامہ از جہاں بروں رفت

۱۱۵۱ھ

مزید مطالعہ کے لیے:

تذکرہ علمائے ہند: ص ۲۳۳

حدائق الحنفیہ: ۲۲۲

مائثر الکرام: ص ۱۳۳-۱۳۷

(۳۷) مائثر الکرام، تذکرہ علمائے ہند اور نزہتہ الخواطر میں آپ کی تاریخ پیدائش ۱۰۶۳ھ بتائی گئی ہے۔ جب کہ حدائق الحنفیہ میں ۱۰۶۲ھ درج ہے۔ آپ کو بچپن ہی سے علم کی تحصیل کا شوق تھا۔ اپنی والدہ محترمہ سے صرف سات روز میں گلستانِ معنی کے ساتھ پڑھ لی۔ ابوالمجد محبوب عالم سے سہروردی نیز باقی سلاسل کی ارادت و خلافت حاصل کی۔ عربی میں یگانہ آفاق تھے۔ آپ کے علم کا شہرہ دور و نزدیک میں تھا۔ مدرسہ ہدایت بخش سے ہزاروں طلبہ نے اکتسابِ فیض کیا۔ آپ اوراد و وظائف کے علاوہ روزانہ ایک قرآن مجید ختم کرتے تھے۔ تصانیف و تالیفات

کی تعداد ایک سو ستر کے قریب ہے۔

مزید مطالعہ کے لیے:

بارہویں صدی کے علمائے برصغیر (اردو ترجمہ: نزہۃ الخواطر، جلد ششم):

ص ۳۶۸-۳۶۹

تذکرہ علمائے ہند: ص ۲۵۳-۲۵۵

حدائق الحنفیہ: ص ۲۲۲

مآثر الکرام: ص ۲۱۰-۲۱۲

(۳۸) ملا نظام الدین سہالی میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی کے قتل کے بعد بڑے بھائی محمد سعید کے ساتھ لکھنؤ آ گئے۔ اورنگ زیب عالم گیر نے ان کے باپ کے بہیمانہ قتل اور ان کے بے سہارا رہ جانے کے خیال سے لکھنؤ کا ایک محل دونوں بھائیوں کو عطا کر دیا۔ یہ محل عرف عام میں فرنگی محل کے نام سے معروف تھا۔ ملا نظام الدین نے حافظ امان اللہ بناری اور مولوی قطب الدین شمس آبادی سے کتابیں پڑھیں۔ شبلی نعمانی کی تحقیق کے مطابق درس نظامیہ انھی ملا نظام الدین کے نام نامی سے منسوب ہے۔ آپ کے معروف تلامذہ میں سید کمال الدین عظیم آبادی، سید ظریف عظیم آبادی، شیخ غلام محمد برہان پوری، مولانا حقانی ٹانڈوی، شیخ عبداللہ میٹھوی، شیخ عبدالرشید جون پوری، شیخ وجیہ الدین دہلوی اور دوسرے شامل ہیں۔ ”فاضل قدوہ دین و دنیا“ سے آپ کا سال وصال برآمد ہوتا ہے۔ آپ نے کئی کتابیں تصنیف و تالیف کیں؛ چند ایک کے نام درج ذیل ہیں:

صبح صادق، شرح منار الاصول، شرح میارزیہ، حاشیہ شمس بازغہ، حاشیہ

شرح عقاید دوانی، ملفوظات حضرت شاہ عبدالرزاق ہانسوی، حاشیہ شرح

عقاید جلالی۔

مزید مطالعہ کے لیے:

بارہویں صدی کے علمائے برصغیر (اردو ترجمہ: نزہۃ الخواطر، جلد ششم):

ص ۲۶۱-۲۶۳

تذکرہ علمائے ہند: ص ۲۲۵-۲۲۴

تذکرہ المصنفین: ص ۲۸۷-۲۹۱

حدائق الحنفیہ: ص ۲۲۵

رود کوثر: ص ۶۱۱

مآثر الکرام: ص ۲۱۲-۲۱۶

(۳۹) شیخ محمد حیات کا تعلق سکھر کے ایک نواحی قصبے عادل پور سے تھا۔ آپ کے والد

گرامی کا نام ملا فلاریہ تھا۔ ڈاکٹر محمد اسحاق نے آپ کے والد کا نام ابوالحسن سندھی اور ان

کے مولد کا نام علی پور نرود بھکر لکھا ہے، جو درست نہیں۔ آپ اولاً عادل پور سے ٹھٹھہ منتقل

ہوئے اور شیخ محمد معین الدین بن محمد امین ٹھٹھوی سے علم حاصل کیا۔ بعد ازاں حرمین

شریفین کی زیارت کے لیے روانہ ہوئے اور وہیں مدینہ شریف میں شیخ کبیر ابوالحسن محمد بن

عبدالہادی سندھی مدنی کے پاس مستقلاً رہائش پذیر ہو گئے۔ آپ نے طریقت کا علم انھی

سے حاصل کیا۔ شیخ کی وفات کے چوبیس سال بعد تک وہیں رہے۔ آپ کے نام در

تلامذہ میں شیخ ابوالحسن بن محمد صادق سندھی، شیخ احمد بن عبدالرحمن سندھی، شیخ محمد سعید، شیخ

علی بن صادق داغستانی، شیخ علی بن زہری، شیخ علیم اللہ بن عبدالرشید لاہوری اور سید غلام

علی بن نوح واسطی بلگرامی شامل ہیں۔ آپ کی چند تصانیف و تالیفات کے نام درج ذیل

ہیں: رسالہ فی ابطال الفراع، رسالہ فی انتصار السنة والعمل بالحديث، تحفة

المحبین، رسالہ فی بدعة التعزیه، شرح اربعین النووی، رسالہ فی النهی

عن عشق صور المرء والنسوان، الاعتاف علی اسباب الاختلاف۔

مزید مطالعہ کے لیے:

بارہویں صدی کے علمائے برصغیر (اردو ترجمہ: نزہۃ الخواطر، جلد ششم): ص ۷۱

تذکرہ علمائے ہند: ص ۳۶۵

تذکرہ مشاہیر سندھ (جلد دوم، سوم): ص ۳۲۹-۳۳۲

رود کوثر: ص ۶۱۱

علم حدیث میں پاک و ہند کا حصہ: ص ۲۸۱-۲۸۲

مآثر الکرام: ص ۱۳۴-۱۳۷

(۴۰) شیخ جمال الدین عبداللہ بن سالم بن محمد بن سالم بن عیسیٰ بن البصری ۴ شعبان

۱۰۴۹ھ کو مکہ میں پیدا ہوئے۔ کچھ تذکروں میں ۱۰۴۸ھ اور ۱۰۵۰ھ کو سال ولادت

قرار دیا گیا۔ شیخ نے الامداد فی معرفۃ علو الاسناد میں ان اساتذہ کا ذکر کیا ہے

جن سے وہ فیض یاب ہوئے۔ تحصیل علوم کے بعد آپ نے مسجد الحرام اور مسجد نبوی

میں درس حدیث دیا اور ایک عالم آپ سے فیض یاب ہوا۔ ڈاکٹر رضا بن محمد صفی الدین

السوسی نے آپ کے پینتیس معروف تلامذہ کا ذکر کیا ہے۔ ۴ رجب ۱۱۳۴ھ کو شیخ نے

عالم خاک و باد کو خیر باد کہا اور مکہ میں ہی آپ کی تدفین عمل میں لائی گئی۔ درج ذیل

آثار شیخ سے یادگار ہیں: اشارات صحیح البخاری، اوائل کتب

الاحادیث (الاوائل البصریہ)، الامداد فی معرفۃ علو الاسناد، حاشیہ

علیٰ تقریب التہذیب، حدیث الرحمة، ختم صحیح البخاری، ختم

صحیح مسلم، ختم المطاوع بروایۃ یحییٰ بن یحییٰ، ختم النسائی، ختم

جامع الامام الترمذی، ختم سنن الحافظ ابی داؤد، ختم السنن الحافظ

ابن ماجہ، رسالۃ فی الحدیث، الضیاء الساری علی صحیح

البخاری (الضیاء الساری فی مسالک ابواب البخاری)۔

مزید مطالعہ کے لیے:

الامداد فی معرفة علو الاسناد: (خطی)، شیخ عبداللہ بن بصری، مدینہ، عارف
حکمت، ۱۳/۲۷۹

رسالة فی ترجمة الشيخ عبداللہ البصری: (خطی)، شیخ عبداللہ بن
الشماع، ریاض، جامعہ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ، ۲۰۰۵/خ

المسند الحجاز، الثبت، خاتمه المحدثین الشيخ عبداللہ بن محمد بن
البصری المکی: د. رضا بن محمد صفی الدین السوسی، ریاض، مرکز البحوث بلکلیہ
الآداب والعلوم الانسانیہ، جامعہ الملک عبدالعزیز، ۱۴۲۶ھ

(۲۱) صاحب حدائق الحنفیہ نے سید محمد یوسف کی تاریخ پیدائش یکم شوال ۱۱۱۰ھ
اور صاحب نزہتہ الخواطر نے ۲۱ رمضان ۱۱۱۶ھ لکھی ہے۔ آپ سید غلام علی آزاد
کے خالہ زاد تھے۔ سید عبدالجلیل ان کے دادا نہیں نانا تھے۔ سید محمد یوسف کو شعر گوئی کا
بھی شوق تھا۔ عربی اور فارسی میں ان کی شاعری کے نمونے مختلف کتابوں اور تذکروں
میں نقل ہوئے ہیں۔ کتاب عجیب فی التوحید الوجودی بھی آپ کی تصنیف
ہے۔ آپ کا انتقال لکھنؤ میں ہوا، میت بلگرام لائی گئی اور نانا کے پہلو میں دفن ہوئے۔
”بے نظیر“ اور ”علیہ رضوان“ سے سال وصال برآمد ہوتا ہے۔ میرا اولاد محمد ذکا کے قطعہ
تاریخ وصال کا آخری شعر یوں ہے:

ذکا تاریخ فوت او عزیز ی گفت در گوشم

”ز قید ہستی موہوم آمد یوسفی بیرون“

_____ ۱۱۷۲ھ _____

مزید مطالعہ کے لیے:

بارہویں صدی کے علمائے برصغیر (اردو ترجمہ: نزہتہ الخواطر، جلد ششم):

ص ۵۱۰-۵۱۱

تذکرہ علمائے ہند: ص ۴۱۲-۴۱۳

حدائق الحنفیہ: ۲۲۶-۲۲۷

حیات جلیل (جلد دوم): ص ۱

مآثر الکرام: ص ۲۸۴-۲۸۵

(۴۳) میر نور الہدیٰ اپنے والد کی طرح عالم اجل، فاضل اکمل اور جامع اصناف علوم تھے۔ آپ کی کتابوں میں شرح نور الکریمتین، ہوارق النور (شرح مظهر النور) اور رسالہ فی التشکیک (حاشیہ قدیمہ) شامل ہیں۔ سال وفات میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک ۱۲۰۱ھ اور بعض کے نزدیک ۱۲۰۳ھ درست ہے۔

مزید مطالعہ کے لیے:

بارہویں صدی کے علمائے برصغیر (اردو ترجمہ: نزہۃ الخواطر، جلد ہفتم):

ص ۷۴۲-۷۴۳

تذکرہ علمائے ہند: ص ۴۵۱

حدائق الحنفیہ: ص ۴۵۸

(۴۴) سید غلام علی آزاد نام ور عالم میر عبد الجلیل کے سب سے بڑے نواسے تھے۔ آپ کی ساری تعلیم بگرام میں ہوئی۔ سید غلام علی آزاد نے شاعری میں بھی کمال دکھایا؛ آپ کو حسان الہند کا لقب حاصل ہوا۔ آپ نے دکن میں بہت عرصہ گزارا۔ چھبیس برس کی عمر میں اورنگ آباد میں انتقال ہوا۔ ”آہ غلام علی آزاد“ اور ”شمع لامعہ ایوان ہندوستان“ سے تاریخ وصال برآمد ہوتی ہے۔ سب سے مبارک نام سے سات عربی دیوان یادگار چھوڑے۔ دیگر کتابوں میں شفا العلیل، غزلان ہند، الشجرة الطیبة، مظهر البرکات، مرآة الجمال، سند السعادات فی حسن خاتمة السادات (فضائل اہل بیت) اور

روضۃ الاولیاء [اورنگ آباد کے آسودگانِ خاک اور بزرگانِ کرام کا تذکرہ] شامل ہیں۔ اُردو نثر اور نظم میں بھی کچھ چیزیں جیسے گربہ نامہ ان سے منسوب ہیں، تاہم یہ انتساب درست نہیں۔

مزید مطالعے کے لیے:

بارہویں صدی کے علمائے برصغیر (اُردو ترجمہ: نزہۃ الخواطر: جلد ششم):

ص ۱۵۹-۱۶۵

تذکرۃ علمائے ہند: ص ۳۱۵-۳۱۶

حدائق الحنفیہ: ۲۵۳-۲۵۶

حیات جلیل (جلد دوم): ص ۱۶۳-۱۷۷

رودِ کوثر: ص ۶۱۱

علمِ حدیث میں پاک و ہند کا حصہ: ص ۱۸۳-۱۸۴

مآثر الکرام: ص ۲۹۰-۲۹۶

مقالات الشعراء: ص ۵۱-۶۱

نقدِ عمر: ص ۱۵۹-۱۶۱

کتابیات

آثار الاولیا: پروفیسر ڈاکٹر سید محمد اکرم اکرام، لاہور، کلیہ علوم اسلامیہ و شرقیہ پنجاب یونیورسٹی، ۲۰۰۰ء

آثار الشعرا: ڈاکٹر سید محمد اکرم اکرام، اسلام آباد، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، ۲۰۰۸ء

آثار خیر: محمد سعید احمد مارہروی، آگرہ، مطبع عزیز، ۱۳۲۳ھ، اول

آثار خیر: محمد سعید احمد مارہروی، لاہور، مکتبہ صابریہ، مارچ ۱۹۸۱ء، دوم

اخبار الاخبار: شیخ عبدالحق محدث دہلوی، اردو ترجمہ، مولانا سبحان محمود/مولانا محمد فاضل، کراچی، مدینہ پبلشنگ کمپنی، سن

اذکار اہرار (اردو ترجمہ: گلزار اہرار): محمد غوثی شطاری مائٹوی، مترجم، فضل احمد جیوری، لاہور، اسلامک بک فاؤنڈیشن، ۱۳۹۵ھ

الامداد فی معرفة علو الاسناد: (خطی)، شیخ عبداللہ بن سالم بصری، مدینہ، عارف حکمت،

۱۳/۲۷۹

المسند الحجاز، الثبت، خاتمه المحدثین الشیخ عبداللہ بن بن محمد بن البصری
المکی: د. رضا بن محمد صفی الدین السوسی، ریاض، مرکز البحوث بلکلیہ الآداب والعلوم الانسانیہ
بجامعہ الملک عبدالعزیز، ۱۳۲۶ھ

بارہویں صدی کے علمائے برصغیر [اردو ترجمہ، نزہۃ الخواطر، جلد ششم]، مترجم، مولانا
انوار الحق قاسمی، کراچی، دارالاشاعت، مئی ۲۰۰۶ء

بحر ذخار: وجیہ الدین علوی، خطی، لندن، برٹش لائبریری، 01829؛ برقی عکس: نزالی/تحصیل
گوجرخان، مخدومہ امیرجان لائبریری

تاریخ شیراز ہند جون ہور: سید اقبال احمد، جون پور، ادارہ شیراز ہند پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۶۳ء

تاریخ مشائخ چشت: خلیق احمد نظامی، دہلی، ندوۃ المصنفین، مئی ۱۹۵۳ء

تاریخ و ہرہ [اردو ترجمہ: نوہرہ درشن]: داؤد اے رحمان و ہرہ، مترجم، اسماعیل بھائی و ہرہ،

ملتان، بیکن بکس، ۲۰۰۸ء

تبصرة الناظرین: (خطی)، سید محمد بن عبد الجلیل واسطی بلگرامی،، علی گڑھ، مولانا آزاد لائبریری
دانش گاہ اسلامی علی گڑھ، کاتبان، حیدر حسن، سید محمد حسن، مارہرہ / ضلع ایٹہ، ۱۲ ربیع الاول ۱۲۹۶ھ،
شمارہ ۲۰۴: برقی عکس: نژالی / تحصیل گوجر خان، مخدومہ امیر خان لائبریری
تبصرة الناظرین (حصہ دوم): (خطی)، سید محمد بن عبد الجلیل واسطی بلگرامی، علی گڑھ، مولانا آزاد
لائبریری دانش گاہ اسلامی علی گڑھ، شمارہ ۱۳/۱۳/۳-H: برقی عکس: نژالی / تحصیل گوجر خان،

مخدومہ امیر خان لائبریری

تجلی نور (جلد دوم): سید نور الدین زیدی، جون پور، اعظم المطابع، ۱۹۰۰ء
تذکرہ اولیاء کاملین [اردو ترجمہ: روضۃ اقطاب]: سید محمد بلاق دہلوی، مترجم، ناشناس، نذیر
سنز پبلشرز، [۱۴۰۴ھ]

تذکرہ اولیاء ہند (کامل): مرزا محمد اختر دہلوی، دہلی، کتب خانہ میور پریس، ۱۹۲۸ء، سوم

تذکرہ علماء: محمد حسین آزاد، لاہور، کریکی پریس، [۱۹۲۲ء]

تذکرہ علماء ہند: رحمان علی، ترجمہ و تدوین، ڈاکٹر محمد ایوب قادری، کراچی، پاکستان ہسٹاریکل
سوسائٹی، ۲۰۰۳ء

تذکرہ مشاہیر سندھ (جلد دوم، سوم): مولانا دین محمد وقائی، ترجمہ و ترتیب، ڈاکٹر عزیز انصاری،
عبداللہ دریاہ، جام شورو (سندھ)، سندھی ادبی بورڈ، ۲۰۰۵ء

تذکرہ مشائخ شیراز ہند (جون پور): ڈاکٹر میاں محمد، لاہور، اسلامک بک پبلشر، ۱۹۸۵ء

تذکرہ المصنفین المعروف بہ تراجم العلماء: مفتی محمد عثمان قاسمی، نوشہرہ، القاسم اکیڈمی،
۲۰۰۵ء

تواریخ آئینہ تصوف: شاہ محمد حسن صابری، قصور، محمد سلطان صابری فاروقی، اکتوبر ۱۹۷۱ء

تیرہویں صدی کے علماء برصغیر [اردو ترجمہ: نزہۃ الخواطر، جلد ہفتم]: مترجم، مولانا

انوار الحق قاسمی، کراچی، دارالاشاعت، اپریل ۲۰۰۶ء

ثمرات القدس من شجرات الانس: میرزا لعل بیگ لعلی بدخشی، مرتب، ڈاکٹر سید کمال حاج جوادی، تہران، پژوهشگاہ علوم انسانی و مطالعات فرهنگی، ۱۳۷۶ش

چودھویں صدی کے علمائے برصغیر [اردو ترجمہ: نزہۃ الخواطر، جلد ہشتم]: مترجم، مولانا انوار الحق قاسمی، کراچی، دارالاشاعت، ۲۰۰۴ء

حالات مصنفین درس نظامی: محمد حنیف گنگوہی، کراچی، دارالاشاعت، [۱۳۸۹ھ]

حدائق الحنفیہ: مولوی فقیر محمد چہلمی، لکھنؤ، منشی نول کشور پریس، ۱۹۰۶ء

حدیقہ محمودیہ [اردو ترجمہ: روضۃ القیومیہ]: خواجہ محمد احسان مجددی سرہندی، مترجم، ولی

اللہ صدیقی، فریدکوٹ، مطبع بلبیر پریس، [۱۳۱۸ھ]

حدیقہ الاسرار فی اخبار الابرار: امام بخش، [لاہور]، سن

حدیقہ الاولیاء: مفتی غلام سرور لاہوری، تحقیق و تعلق، محمد اقبال مجددی، لاہور، تصوف فاؤنڈیشن،

۲۰۰۰ء، دوم

حضرات القدس: شیخ بدرالدین سرہندی، صحیح، مولانا محبوب الہی، لاہور، محکمہ اوقاف، ۱۹۷۱ء
حضرت مجدد الف ثانی، حالات، افکار و خدمات: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، کراچی،

ادارہ مسعودیہ، ۱۹۹۵ء

حضرت مجدد الف ثانی: سید زوار حسین شاہ، کراچی، ادارہ مجددیہ، ۱۹۷۳ء

حضرت مجدد اور ان کے ناقدین: شاہ ابوالحسن زید فاروقی، شرق پور، انجمن حزب الرسول و

داراللمبغین، سن

حیاتِ جلیل: مقبول احمد مدانی، الہ آباد، رام نرائن لال پبلشر، ۱۹۲۹ء

حیاتِ شیخ عبدالحق محدث دہلوی: خلیق احمد نظامی، دہلی، ندوۃ المصنفین، ۱۹۵۴ء، اول

خزانہ عامرہ: میر غلام علی آزاد بلگرامی، کان پور، نول کشور پریس، ۱۸۷۱ء

- خزینة الاصفیا: مفتی غلام سرور لاہوری، لاہور، مطبع ہوپ، ۱۲۸۳ھ، اول
- خزینة الاصفیا (جلد دوم): مفتی غلام سرور لاہوری، لکھنؤ، نول کشور، ۱۹۱۶ء
- دلی کے آثارِ قدیمہ: ترتیب و ترجمہ: خلیق انجم، لاہور، فینس بکس، ۱۹۸۹ء، اول
- ذخیرة الخوانین (جلد اول): شیخ فرید بھکری، مقدمہ، تصحیح، ترتیب و حواشی، ڈاکٹر سید معین الحق، کراچی، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، ۱۹۶۱ء
- ذکر الاصفیا معروف بہ تکملہ سیر الاولیاء: خواجہ گل محمد احمد پوری، اردو ترجمہ، مسعود حسن شہاب، بہاول، پور، اردو اکیڈمی، ۱۹۸۷ء، دوم
- ذکر جمیع اولیای دہلی: حبیب اللہ، تصحیح و تعلیقات، داکٹر شریف حسین قاسمی، ٹونک، عربک اینڈ پرنٹنگ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، ۸۸-۱۹۸۷ء
- رود کوثر: شیخ محمد اکرام، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۹۰ء، سیزدہم
- رسالة فی ترجمة الشيخ عبدالله البصری: (خطی)، شیخ عبداللہ بن الشماع، ریاض، جامعہ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ، ۲۰۰۵/خ
- روضۃ القیومیہ (جلد اول): (خطی)، ابوالفیض کمال الدین محمد احسان، اللہ/ضلع جہلم، کتب خانہ پیر مطلوب الرسول مجددی، کاتبان، محمد یونس، پیر بخش، حیدر اللہ خان، غرہ صفر ۱۳۰۱ھ: برقی عکس: نوالی/تحصیل گوجر خان، مخدومہ امیر خان لاہوری
- روضۃ القیومیہ (جلد اول): محمد احسان مجددی، لاہور، مکتبہ نبویہ، ۱۹۹۶ء
- ریاض العارفین (جلد دوم): آفتاب رای لکھنوی، تصحیح، سید حتام الدین راشدی، اسلام آباد، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، ۱۳۰۲ھ/۱۹۸۲ء
- زاد المتقین فی سلوک طریق الیقین: شیخ عبدالحق محدث دہلوی، اردو ترجمہ، مولانا ڈاکٹر عبدالحلیم چشتی، کراچی، الرحیم اکیڈمی، ۱۳۱۹ھ/۳ نومبر ۱۹۹۸ء
- زبدۃ المقامات: محمد ہاشم کشمی، استانبول، المکتبۃ البشیر، ۱۳۹۷ھ/۱۹۷۷ء

سفینة الاولیا: محمد داراشکوہ، لکھنؤ، نول کشور پریس، ۱۸۷۲ء

سفینة الاولیا: شہزادہ داراشکوہ، اردو ترجمہ، مولانا محمد وارث کامل، لاہور، مدنی کتب خانہ،

[۱۹۶۱ء]

سوانح عمری علامہ عبدالحکیم سیال کوٹی: محمد الدین فوق، تدوین: ڈاکٹر ہمایوں

عباس، سیال کوٹی، انتظامیہ جامع مسجد علامہ عبدالحکیم، فروری ۲۰۰۹ء

سمات الاخیار: حکیم عبدالجید کاتب، بہرائچ، اکلیل المطابع، ۱۹۲۶ء

سیر الاولیاء: سید محمد بن مبارک علوی کرمانی معروف بہ امیر خورد، دہلی، مطبع محبت ہند، شعبان

۱۳۰۲ھ، اول

سیرت امام ربانی: ابوالبلیان محمد داؤد پسروری، کراچی، ایچ ایم سعید کمپنی، ۱۳۰۹ھ

سیرت مجدد الف ثانی: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، کراچی، مدینہ پبلشنگ کمپنی، ۱۹۷۶ء، اول

طبقات الاولیا فی مدینة الاولیا مع شرح باقیات الصالحات: (خطی)، مولوی سعد الدین

نصیر چشتی بدایونی، مولوی عبدالوالی چشتی بدایونی، نذالی/تخصیص گوہر خان، مخدومہ امیر جان

لاہور، مکتوبہ، ۱۲ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ

علماء ہند کا شاندار ماضی (جلد اول): سید محمد میاں، لاہور، مکتبہ مدنیہ، ۱۹۷۷ء

علم حدیث میں پاک و ہند کا حصہ: ڈاکٹر محمد اسحاق، ترجمہ، شاہد حسین رزاقی، لاہور، ادارہ

ثقافت اسلامیہ، ۱۹۷۷ء

عمدة المقامات: حاجی محمد فضل اللہ، کابل، نعمان کتب خانہ، ۱۳۱۶ھ/۱۹۹۶ء

عمل صالح الموسوم بہ شاہ جہان نامہ (جلد سوم): محمد صالح کبوع، ترتیب و تفسیر، دکترا غلام

یزدانی، لاہور، مجلس ترقی ادب، فروری ۱۹۷۲ء

عہد ہنگش کی سیاسی، علمی اور ثقافتی تاریخ: مفتی ولی اللہ فرخ آبادی، مرتب، محمد

ایوب قادری، کراچی، اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ، ۱۹۶۵ء

فرحت الناظرین (شخصیات): محمد اسلم ابن محمد حفیظ انصاری پسروری، مرتبہ و مترجمہ، پروفیسر محمد ایوب قادری، کراچی، اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ پاکستان، ۱۹۷۲ء

فوائد الفواد: خواجہ امیر حسن علاء بخاری، لکھنؤ، نول کشور، ۱۳۰۲ھ

کلمات الصادقین: محمد صادق دہلوی کشمیری ہمدانی، مرتب، داکٹر محمد سلیم اختر، اسلام آباد، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، ۱۹۸۸ء

مآثر الامراء (جلد سوم): مصمصام الدولہ شاہ نواز خان، مترجمہ و مرتبہ: محمد ایوب قادری، لاہور، مرکزی اردو بورڈ، اول، ۱۹۶۸ء

مآثر الکرام: میر غلام علی آزاد بلگرامی، تصحیح و حواشی، مولانا محمد عبدہ، لاہور، مکتبہ احیاء العلوم الشرقیہ، اکتوبر ۱۹۷۱ء

مآثر لاہور: سید ہاشمی فرید آبادی، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۷۶ء، دوم

مجدد ہزارہ دوم: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، کراچی، ادارہ معارف مجددیہ، ۱۹۹۷ء

مخزن الغرائب (جلد چہارم): احمد علی خان ہاشمی سندیلوی، بہ اہتمام: داکٹر محمد باقر، اسلام آباد، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، ۱۳۱۳ھ/۱۹۹۳ء

مردانِ خدا: ضیاء علی خان اشرفی، بدایوں، مؤلف خود، نومبر ۱۹۷۶ء

مرآة الاسرار: (خطی) شیخ عبدالرحمان چشتی، اسلام آباد، کتاب خانہ گنج بخش، کتابت، ۲ رجب ۱۳۰۱ھ، شمارہ، ۱۳۲۷۸: برقی عکس: نوابی/تحصیل گوجرخان، مخدومہ امیرجان لاہری

مزارات اولیاءِ دہلی (حصہ اول): محمد عالم شاہ فریدی، دہلی، جانِ جہان پریس، ۱۳۳۰ھ

مشائخ احمد آباد (جلد اول و دوم): محمد یوسف ابن سلیمان متالا، کراچی، کتب خانہ انور شاہ، ۱۹۹۳ء

معارج الولاہیت: (خطی)، غلام معین الدین عبداللہ خویہ شکی قصوری، لاہور، جامعہ پنجاب لاہوری، ذخیرہ آذر، مکتوبہ، ۲۵ ربیع الثانی ۱۱۱۱ھ، شمارہ، ۲۵H: برقی عکس: نوابی/تحصیل گوجرخان

مخدومہ امیرخان لاہری

مفتاح العارفین: (خطی)، عبدالفتاح، لاہور، جامعہ پنجاب لاہور، ذخیرہ شیرانی، شمارہ

۳۶۶۳/۱۶۱۳: برقی عکس: نوالی/تحصیل گوجر خان، مخدومہ امیر خان لاہور

مقالات الشعراء: میر علی شیر قانع تھوی، مقدمہ و تصحیح و حواشی، سید حسام الدین راشدی، کراچی،

سندھی ادبی بورڈ، ۱۹۵۷ء

مقالات شبلی (حصہ سوم): مرتبہ: سید سلیمان ندوی، اعظم گڑھ، دارالمصنفین، ۱۹۵۵ء

مقامات امام ربانی مجدد الف ثانی: محمد حسن نقش بندی، لاہور، ملک فضل الدین، چمن

الدین، تاج الدین، سن

میرا کتب خانہ حضور کی اردو کتب کی توضیحی فہرست: اسد قیوم، اسلام آباد،

شعبہ اردو، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، ۲۰۱۰ء، (غیر مطبوعہ)

نزہۃ الخواطر (جلد اول): سید عبدالحی، اردو ترجمہ: ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی، لاہور، مقبول

اکیڈمی، سن

نظامی ہنسری [مخلص و ترجمہ: چہل روزہ]: خواجہ حسن نظامی، دہلی، کمال پریس، ستمبر ۱۹۴۵ء

نقدِ عمر: عارف نوشاہی، لاہور، اورینٹل پبلی کیشنز، اپریل ۲۰۰۵ء

وصالِ احمدیہ: شیخ بدر الدین سرہندی، سیال کوٹ، اسلامیہ کتب خانہ، ۱۳۹۶ھ

ہدیۃ احمدیہ: مولوی شیخ احمد کی، کان پور، مطبع انتظامی، ۱۳۱۳ھ

ہندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفسیریں: ڈاکٹر محمد قدوائی، نئی دہلی، مکتبہ جامعہ

لیہیڈ، اگست ۱۹۷۳ء

مجلات:

اردو (سہ ماہی): کراچی، جلد ۵۵، شمارہ ۱، ۱۹۷۹ء

الفرقان: (مجدد الف ثانی نمبر) مرتب، محمد منظور نعمانی، لکھنؤ، شمارہ، شعبان تا شوال ۱۳۵۷ھ

تحقیق (شمارہ خاص): مدیر: ڈاکٹر نجم الاسلام، حیدرآباد، شعبہ اردو، سندھ یونیورسٹی، ۱۹۹۶-۹۷ء

جرنل آف ریسرچ (اُردو): ملتان، شعبہ اُردو، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، جون ۲۰۱۰ء
 راوی آزاد نمبر (منتخب مضامین)، مرتبہ ڈاکٹر سعادت سعید، لاہور، شعبہ اُردو، جی سی یونی
 ورٹی، ۲۰۱۰ء

فکر و نظر (سہ ماہی): اسلام آباد، جلد ۳۳، شماره ۳

معارف (ماہ نامہ): اعظم گڑھ، جنوری - ستمبر ۱۹۵۹ء، جون ۱۹۶۰ء

نقوش (لاہور نمبر ۲): لاہور، ادارہ فروغ اُردو، فروری ۱۹۶۲ء



اشاریہ

- ☆ اماکن
- ☆ رجال
- ☆ کتب و رسائل

اماکن

۱۰۹،۱۰۷،۶۵،۶۳،۶۰،۵۹،۵۶	بلگرام	۱۰۸	آگرہ
۱۱۳،۱۱۳		۱۰۸،۶۰	اترولی
۹۶	بلوچ ٹولہ	۸۳،۳۳	اُجین
۶۳	بسبئی	۸۶	احمد آباد
۱۰۳،۵۵	بنارس	۵۸،۳۶	احمد نگر
۶۵،۶۳،۵۹	بندر سمرہ	۶۱،۶۰	احمد آباد
۱۰۲،۸۲،۵۳	بہار	۷۱	اسلام آباد
۸۸	بھڑوچ	۷۱	اعظم گڑھ
۱۱۱،۵۹،۵۶	بھکر	۹۶،۵۲،۵۰،۳۹،۳۵	اکبر آباد
۳۶	بیجاپور	۱۰۸	الہ آباد
۶۳	بیری	۶۳	اسن آباد
۸۸	بروچ	۱۰۱،۵۶،۵۵،۵۳	امیتی [امیشی]
۸۳	پٹن (نہروالا)	۷۲	اودھ
۹۷	پنجاب	۱۱۵،۱۱۳،۶۵،۶۳،۵۸	اورنگ آباد
۶۱	پورب	۶۶	ایران
۸۰	تلمبہ	۶۳،۶۳	بالاپور
۶۶	توران	۴۰	بحر ہند
۷۶	تھانیر	۹۶،۹۳	بخارا
۱۱۱	ٹھٹھہ	۷۱،۷۰	بدایوں
۳۳	جاپانیر	۹۸	برونہ
۶۹	جرجان	۸۲،۵۸،۳۲	برہان پور
۱۰۳،۹۸،۹۶،۸۱،۵۰،۳۲،۳۰	جون پور	۳۶	بغداد
۱۰۲	چاند پورہ	۶۲	بقع
۸۲	حجاز	۹۶	بلخ

۱۰۱،۵۳	شمس آباد	۹۳،۳۸	خونہ شمش
۷۵،۵۸،۵۷،۳۹	شیراز	۵۳	حیدرآباد
۷۰،۳۶	صفان (چغان)	۸۶	خان پور
۱۱۱	عادل پور	۶۳	بخند
۶۲،۳۵	عجم	۷۹،۴۱	خیرآباد
۳۷	عدن	۱۱۳،۶۳،۶۳،۵۸،۵۶،۵۳	دکن
۸۵،۶۲	عرب	۳۹	دولت آباد
۱۱۱	علی پور	۷۰،۵۶،۳۷،۳۲،۳۰-۳۷	دہلی (دلی)
۷۳،۷۰	غزنی	۱۰۹،۱۰۰،۹۳،۹۳،۸۰،۷۶،۷۳-۷۲	
۳۳	فتن [پٹن]	۱۰۸	رائے بریلی
۱۱۰،۱۰۱	فرنگی محل	۹۸	رشید آباد
۱۰۱	قنوج	۳۸	روم
۱۰۰،۸۹،۵۳-۵۲	کابل	۱۱۳	ریاض
۷۶،۳۰،۳۹	کاپی	۸۳	سارنگ پور
۵۳	کرا	۶۳	سراندیپ
۶۶	کریہ	۸۲	سرائے الدین
۱۰۲	کڑا	۸۹،۳۸،۳۷	سرہند (سہرند)
۷۸	کوکن	۱۱۱	سکر
۷۰	کول	۷۶	سمرقند
۳۶	کوواحد	۶۲،۵۹	سندھ
۸۸،۸۳،۸۲،۵۶،۳۵،۳۳،۳۳	گجرات	۱۰۸	سورت
۷۸،۵۷	گول کنڈہ	۹۷	سوہدرہ
۱۰۳	گھوسی	۱۱۰،۱۰۰،۵۳	سہالی
۹۶،۷۳،۷۰،۶۹،۶۳،۵۳،۵۲،۳۶،۳۵	لاہور	۹۷،۹۶،۵۱،۳۷	سیال کوٹ
۱۱۳،۱۱۰،۱۰۱،۱۰۰،۵۵،۵۳،۴۱	لکھنؤ	۵۹،۵۶	سیوستان
۳۶	مالوہ	۱۰۸،۵۹	سیلون
۹۳،۷۰	مادراء انہر	۳۸	کشمیر
۵۸	ماہور	۶۳،۶۰،۵۶	شاہ جہان آباد

۵۸،۵۷،۴۹،۴۴،۴۲،۳۷	مکہ معظمہ	۱۰۲	محبت علی پور
۱۱۲،۸۴،۸۲،۶۵،۶۳،۶۲		۱۰۹	محمد نگر
۸۰،۴۳	ملتان	۵۸،۵۷	مدرسہ منصوریہ
۴۰	مہانم	۱۰۹	مدرسہ ہدایت بخش
۱۰۰،۹۹،۵۲	ہرات	۷۸،۶۵،۶۳،۶۲،۵۸،۴۷،۴۰	مدینہ منورہ
۵۲،۴۸،۳۹،۳۷-۳۵	ہندوستان (ہند)	۱۱۳،۱۱۱،۱۰۶،۱۰۰،۸۳	
۸۴،۷۰،۶۶،۶۵،۶۳،۵۹،۵۷،۵۴		۱۱۲	مسجد الحرام
۱۰۶،۱۰۰،۹۹،۹۳،۹۲،۸۵		۱۱۲	مسجد نبوی

رجال

۵۶	احمد حسینی واسطی بلگرامی	۱۰۳	آبان بن عثمان
۶۰	احمد سلیمانی احمد آبادی	۹۰	آدم بنوری
۸۸، ۴۷، ۴۶	احمد شادی	۸۸	آزاد بلگرامی
۵۵	احمد معروف بہ ملا جیون صدیقی	۵۰	آصف خاں
۴۷	احمد (مجدد)	۹۳	آغا محمد ترک
۴۱	اعظم لکھنوی	۸۰، ۷۷	ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی
۵۰	افضل جون پوری	۴۶	ابراہیم سلطان
۴۵، ۴۴	اکبر بادشاہ	۸۴	ابن حجر ایشمی
۷۰	المستصر	۳۷	ابن کمال [ابن کمال]
۱۱۳	الملک عبدالعزیز	۴۳	ابن حجر مکی
۸۱، ۷۷، ۴۴	الہ داد جون پوری	۱۱۱	ابوالحسن محمد
۸۰	الہدیہ خیر آبادی	۷۰	ابوعبدالقاسم بن السلام
-۱۰۱، ۵۴	امان اللہ بن نور اللہ بن حسین بناری	۹۱	ابوالبلیان محمد داؤد پسروری
	۱۱۰، ۱۰۳	۱۱۱، ۵۸	ابوالحسن
۷۶، ۴۰، ۳۹	امیر تیمور	۸۴، ۴۳، ۴۲	ابوالحسن بھکری
۴۶	امیر حیدر معنائی کاشانی	۹۱	ابوالحسن زید فاروقی
۱۱۰، ۱۰۸، ۵۸-۵۴، ۵۲	اورنگ زیب عالم گیر	۱۱۱، ۶۲	ابوالحسن سندھی
۱۱۳	اولاد محمد ذکا	۸۷، ۴۶، ۴۵	ابوالفیض فیضی
۱۰۰	ایوب انصاری	۱۰۹	ابوالمجد محبوب عالم
۹۲، ۹۰	بدرالدین سرہندی	۶۰	احسن اللہ
۷۰، ۴۶	برہان الدین	۱۱۱	احمد بن عبدالرحمن سندھی
۸۴	برہان الدین سموی	۶۲	احمد بیگ
۷۶	برہان الدین مرغینانی	۷۹	احمد بیرو
۸۵	بہا الدین مکی	۷۶، ۳۹	احمد تھانیسری

۷۶،۴۰،۳۹	خواجگی دہلوی	۸۱	بہکھاری جون پوری
۴۷	خواجہ عبدالباقی	۵۹	پیر محمد سلونی
۸۹	خواجہ محمد سعید	۵۵	پیر محمد لکھنوی
۸۹	خواجہ محمد صادق	۶۲	تاج الدین مالکی
۹۴،۸۹	خواجہ محمد معصوم	۱۰۶	جعفر بن زید بن علی
۷۳	خواجہ معین الاولیا	۱۰۶	جعفر بن کمال الدین شیعہ بحرانی
۸۳	داراشکوہ	۱۱۲	جمال الدین عبداللہ بن سالم
۵۳	دانیال جوراسی [چوراسی]	۸۴	جمال الدین محمد
۸۱،۴۲	راجی حامد شہ مانک پوری	۸۰	جمال خان دہلوی
۷۷	رحمان علی	۷۷	جہانگیر اشرف سمنانی
۸۳	رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی	۹۶،۹۵،۵۰	جہاں گیر
۱۱۳،۱۱۲	رضابن محمد صفی الدین السنوسی	۱۰۳،۸۸	حبیب اللہ
۷۰	رضی الدین حسن بدایونی	۴۰	حجاج ابن یوسف
۷۰	رضی الدین حسن بن محمد الصغانی	۴۲	حسام الدین متانی
۷۱،۷۰	رضی الدین صغانی بدایونی	۸۴،۴۳	حسام الدین متقی
۸۹	رفیع الدین		حسن ابن محمد ابن حسن ابن حیدر
۵۴	رفیع القدر	۷۱،۷۰،۳۶	صغانی (حسن صغانی)
۷۳	رکن الدین	۱۰۹	حسن رسول نما
۳۹،۴۸	رکن الدین الشریحی الکندی دہلوی	۳۶	حسن صغانی لاہوری
۴۶	روح اللہ حسینی	۸۸	حسن قزاقی
۸۸	روح اللہ حسینی	۱۱۰	حقانی ٹانڈوی
۸۹	زید ابوالحسن فاروقی	۹۰	حمید الدین احمد آبادی
۷۸	زین الدین	۳۷	حمید الدین دہلوی
۱۰۱	زین العابدین سندیلوی	۷۳	حمید الدین
۹۸	سری سقطی	۷۵	خدا گل
۷۹	سعد الدین خیر آبادی	۷۰	خرم علی بلہوری
۴۱	سعد الدین خیر آبادی	۷۰	خلیفہ ناصر
۱۰۸،۵۹	سعد اللہ سلونی	۹۴،۷۰	خلیق احمد نظامی

۹۳	سیف الدین	۳۵	سعد بن سلمان
۱۰۵	سیف الدین محمد	۶۰	سعد اللہ بلگرامی
۳۵	سیف الدین محمود	۷۰	سعید بن عزاز
۳۲	سیوطی (امام)	۳۷	سکندر [کیٹھلی]
۱۰۶	سید علی	۷۷، ۶۹، ۴۰، ۳۵	سلطان ابراہیم شرقی
۱۰۷	سید محمد بلگرامی	۳۹	سلطان ابواسحاق
۸۲	شاہ باجن چشتی برہان پوری	۷۰	سلطان التتمش
۹۶، ۹۹، ۵۲-۳۸	شاہ جہان	۸۱	سلطان حسین شاہ شرقی
۹۷	شاہ دولہ گجراتی	۸۱، ۸۰، ۴۲	سلطان سکندر لودھی
۵۵	شاہ عالم	۹۳	سلطان علاؤ الدین خلجی
۵۴	شاہ عالم اول	۳۸	سلطان محمد ابن تغلق شاہ
۵۷	شاہ عباس ثانی صفوی	۹۵	سلطان محمد غوری
۱۰۲	شاہ فرید الدین	۸۵	سلطان محمود ثانی
۹۵، ۴۹	شاہ محمد	۸۵	سید ابوالقاسم
۸۶	شاہ محمد غوث گوالیاری	۵۸، ۵۷	سید احمد
۸۹	شاہ محمد یحییٰ	۴۷	سید السعد بلخی
۶۶	شاہ مسافر عجد وانی	۸۰	سید خورد زید پوری
۸۰	شاہ مینا لکنوی	۵۸، ۵۷	سید سلطان
۱۱۰	شبلی نعمانی	۵۹	سید طفیل محمد
۹۷	شرف احمد شرافت نوشاہی	۵۸	سید علی
۱۰۲	شکر اللہ اترو لوی	۵۶	سید مبارک بلگرامی
۶۰	شکر اللہ بلگرامی	۶۳	سید محمد
۹۶	شمس الدین	۵۹	سید محمد ابن سید عبدالجلیل بلگرامی
۳۹	شمس الدین بن عمرا اولی	۶۵، ۶۳	سید محمد بلگرامی
۷۱، ۳۷	شمس الدین یحییٰ اودھی	۴۴	سید محمد جون پوری
۹۸	شمس نور برونی	۵۷	سید معصوم
۷۸، ۷۷	شہاب الدین	۴۷	سید میر
۸۱، ۷۴، ۳۹	شہاب الدین دولت آبادی	۴۳	سید نامہ

۱۰۱	صفت اللہ محدث خیر آبادی	۷۳	شہاب الدین غوری
۷۷	صفی جون پوری	۱۰۱	شہاب الدین گوپاموی
۸۰	صفی سائی پوری	۱۰۷	شہاب الدین محمد بن احمد الخطیب
۷۰	ضیا احمد بدایونی	۱۰۴	شیخ ابوسعید
۶۲	ضیاء الدین	۱۰۴	شیخ احمد
۹۰	طاہر بدخشی	۹۲	شیخ احمد کی
۸۴، ۸۳	طاہر بن علی پٹنی	۴۳	شیخ باجن
۱۰۸، ۱۰۵، ۱۰۲، ۶۵، ۶۳، ۶۰	طفیل محمد اترولوی	۵۲	شیخ بہلول
۱۱۰	ظریف عظیم آبادی	۱۰۴	شیخ پیر محمد
۶۳	ظہیر الدین	۹۰	شیخ حمید بنگالی
۷۲، ۳۷	ظہیر الدین بھکری	۹۰	شیخ عبدالحی
۱۱۳	عارف حکمت	۶۲، ۵۹	شیخ عبداللہ ابن شیخ سالم بصری مکی
	عالم گیر دیکھیے: اورنگ زیب عالم گیر	۸۳	شیخ عبداللہ بن سعد اللہ سندھی
۹۸، ۸۱	عبدالملک عادل جون پوری	۴۰	شیخ علی ابن شیخ احمد مہانگی
۴۷	عبدالاحد فاروقی سرہندی	۴۳، ۴۲	شیخ علی متقی
۱۰۴، ۶۵، ۶۳، ۶۰، ۵۶	عبدالجلیل بگراہی	۶۲	شیخ عیسیٰ مغربی
	۱۱۳، ۱۰۵	۴۴	شیخ قاضی
۷۶، ۷۴، ۴۸، ۴۹	عبدالحق محدث دہلوی	۸۷، ۴۵	شیخ مبارک
	۹۶، ۹۴، ۹۳، ۹۰، ۷۸	۸۰	شیخ مبارک سندیلوی
۸۲	عبدالحکیم	۵۱	شیخ مصطفیٰ
۴۳	عبدالحکیم ابن شیخ باجن	۸۱	شیخ معروف
۱۰۰، ۹۹، ۹۷، ۹۶، ۵۰	عبدالحکیم سیال کوٹی	۷۹	شیخ مینا لکنوی
۱۰۰، ۹۶	عبدالحلیم	۸۴	شیخ ناگوری
۱۰۲	عبدالحلیم انصاری سہالوی	۹۴	شیخ نورالحق
۴۷	عبدالرحمان	۴۶	صفت اللہ بروجی
۴۴	عبدالرحیم خان خاناں	۷۲	صدر الدین ناوی
۶۱	عبدالرزاق ہانسوی [ہانسوی]	۴۱	صدر الدین قونوی
۱۱۰، ۵۱	عبدالرشید جون پوری	۱۰۴	صدیق اکبر

۴۳	علی ابن حسام الدین متقی	۱۱۱	عبدالرشید لاہوری
۷۸	علی بن احمد بن علی مہانگی	۵۳	عبدالسلام دیوی
۱۱۱	علی بن زہری	۱۰۸	عبدالشکور
۵۷	علی بن سید احمد	۱۰۲	عبدالشکور بہاری
۱۱۱	علی بن صادق داغستانی	۸۸	عبدالعظیم
۸۳	علی متقی	۱۰۸	عبدالعلی
۱۱۱	علیم اللہ	۹۰	عبدالغفور شمرقدی
۶۰	علیم اللہ کچھوی [بخندی]	۴۴	عبدالقادر ابن شیخ ابی بکر
۴۴	عماد طاری	۴۴، ۴۱	عبداللہ ابن الہداد العثماني التلمیسی [تلمسی]
۸۹، ۳۶	عمر ابن خطاب	۱۱۰	عبداللہ امیٹھوی
۱۰۳	عمر بن عثمان	۱۰۰	عبداللہ انصاری ہراتی
دیکھیے: عمر ابن خطاب	عمر فاروق	۵۷	عبداللہ بادشاہ
۶۹	عمید الملک	۸۳	عبداللہ بن ابراہیم سندھی
۶۳	عنایت اللہ	۱۱۳	عبداللہ بن الشماع
۶۲	عوض بیگ	۱۱۳	عبداللہ بن محمد بن البصری الہکی
۱۱۲	عیسیٰ بن البصری	۸۱، ۸۰	عبداللہ (مولانا)
۷۶، ۸۲، ۷۹، ۷۸، ۷۲	غلام سرور لاہوری	۷۶، ۷۴، ۳۹، ۳۸	عبدالمتقندر
۱۰۴، ۹۷		۸۳	عبدالملک
۱۱۱	غلام علی بن نوح واسطی بلکرای	۸۵	عبدالملک بنیانی عباسی
۱۱۳، ۱۱۳، ۱۰۹، ۱۰۷، ۱۰۵، ۶۵، ۶۳	غلام علی آزاد	۱۰۸	عبدالولی (عزالت)
۱۱۰	غلام محمد برہان پوری	۴۹	عبدالوہاب
۱۰۳، ۶۱، ۵۶، ۵۵	غلام نقش بند لکھنوی	۸۳	عبدالوہاب متقی
۵۹، ۵۶	فرخ سیر	۱۱۱	عبدالہادی سندھی مدنی
۷۲، ۳۷	فرید الدین شافعی	۴۸	عصمت اللہ سہارن پوری
۶۰	فرید الدین احمد آبادی	۷۵، ۵۰، ۳۸	عضد الدین اتھنی
۵۱	فضل اللہ جون پوری	۵۵	عطا اللہ لکھنوی
۷۹	قاضی بدھمن	۶۰	علامہ بزودی
دیکھیے: عضد الدین اتھنی	قاضی عضد	۱۰۰	علاوالدین انصاری

۳۳	محمد ابن محمد سخاوی	۱۰۱	قاضی گھاسی بن داؤد الہ آبادی
۹۱	محمد احسان مجددی سرہندی	۷۹	قدوائی امای
۱۱۱	محمد الحق	۱۰۲	قطب الدین
۹۹	محمد اسلم ہروی کابلی	۷۰	قطب الدین ایبک
۵۲	محمد اسلم ہروی کابلی	۷۴	قطب الدین تختیار کاکی
۵۲	محمد اسلم (قاضی)	۵۲	قطب الدین رازی
۹۰	محمد اشرف	۱۰۱، ۶۰، ۵۴، ۵۳	قطب الدین شمس آبادی
۶۳	محمد اشرف بلگرامی		۱۱۰، ۱۰۳
۹۲	محمد اعظم بن عبدالرسول	۱۰۰، ۶۱، ۵۳	قطب الدین شہید سہالوی
۹۰، ۸۹	محمد اقبال مجددی	۸۴	قطب الدین نہروالی
۹۸	محمد الدین فوق	۵۸، ۵۷	قطب شاہ
۱۱۱	محمد امین ٹھنوی	۶۵، ۶۴، ۶۳	قمر الدین اورنگ آبادی
۶۲	محمد بابلی	۵۳	کاسی [گھاسی بن داؤد الہ آبادی]
۱۱۳	محمد بن سعود	۹۰	کریم الدین بابا حسن ابدالی
۹۵	محمد بن شاہ محمد	۱۱۰	کمال الدین عظیم آبادی
۱۰۶	محمد بن علی حشری عالی	۹۶، ۵۰، ۴۷	کمال الدین کشمیری
۸۵	محمد بن محمد مالکی	۶۵، ۶۳	لطف اللہ بلگرامی
۱۱۱	محمد حیات	۱۰۴	لطف اللہ جہاں آبادی
۶۵، ۶۲	محمد حیات سندھی مدنی	۷۰	لعل بیگ لعلی بدخشی
۱۰۵	محمد رضا	۵۵	لطف اللہ کوری
۱۰۵	محمد زمان راسخ سہرندی	۸۸	محمد الدین
۱۱۱، ۱۱۰	محمد سعید	۹۰، ۸۹	محمد دالغ ثانی (شیخ احمد سرہندی)
۱۱۱	محمد صادق سندھی		۹۷، ۹۶، ۹۴، ۹۱
۶۰	محمد صالح احمد آبادی	۵۳	محب اللہ الہ آبادی
۴۳	محمد طاہر قنوی [پٹنی]	۱۰۲، ۱۰۱، ۵۵، ۵۴	محب اللہ بہاری
۹۶	محمد عثمان القاسمی	۹۰	محب اللہ مانا پوری
۴۶	محمد عقیلہ مکی	۶۰	محبوب عالم احمد آبادی
۹۰	محمد عیسیٰ		محمد ۷۶

۱۰۴	ملا جیون امیشی	۷۷	محمد عیسیٰ جون پوری
۸۷	ملا عبدالقادر	۴۷	محمد غوث
۱۱۱	ملا فلاریہ	۷۵	محمد غوثی شطاری
۹۶	ملا محمد حسن	۵۹	محمد غوث (گوالیاری)
۸۴	ملا مہتہ	۹۰	محمد فرخ
۹۶	ملا نظام	۹۲	محمد فضل اللہ
۱۱۰، ۱۰۰	ملا نظام الدین	۱۰۳	محمد لکھنوی
۳۵	ملک شاہ سلجوقی	۱۰۳	محمد ماہ دیوگامی
۶۳	غیب اللہ	۹۲، ۹۱، ۸۹	محمد مسعود احمد
۴۹	موسیٰ قادری	۱۱۱	محمد معین الدین
۹۲، ۷۲	مولانا محمد حسین آزاد	۹۰	محمد نعمان
۴۴	مہدی موعود	۹۱، ۹۰	محمد ہاشم کشمی
۸۱	میاں سید جلال بدایونی	۱۰۳	محمد یحییٰ المعروف خوب اللہ آبادی
۸۱	میاں شیخ بودے	۱۱۳، ۹۶، ۶۳	محمد یوسف
۸۰	میاں لادون	۹۷	محمد امین قزوینی
۱۰۵	میر احمد لاہوری	۱۱۲	محمد بن سالم
۵۴	میر باقر داماد ستر آبادی	۹۲	محمد حسن نقش بندی
۵۷	میر جملہ	۳۶	محمود ابن سلیمان کفوی
۱۰۵	میر سعد اللہ	۸۱	محمود احمد فاروقی
۱۱۴	میر عبد الجلیل	۹۵، ۵۴، ۴۹	محمود فاروقی جون پوری
۵۷	میر غیاث الدین منصور	۵۲، ۵۱، ۴۰	محمد الدین عربی (ابن عربی)
۱۰۷	میر لطف اللہ عرف شاہ لدھا	۷۹	مخدوم جہانیاں جہاں گشت
۱۰۰، ۹۹، ۵۲	میر محمد زاہد	۶۰	مرحبی بلگرامی
۵۷	میر محمد سعید	۴۴	مرزا عزیز کوکہ
۵۵	میر محمد شفیع دہلوی	۹۹	مرزا محمد فاضل بدخشی
۱۱۴	میر نور الہدیٰ	۶۹، ۳۵	مسعود بن سعد بن سلمان لاہوری
۱۰۷	میر یوسف	۵۷	معصوم دھکی شیرازی
۶۴	میر العلیٰ	۷۵، ۳۸	معین الدین عمرانی دہلوی

۶۵، ۶۳	نور الہدیٰ	۴۱	میں لکھنوی
۹۰	نور محمد بہاری	۵۹	نادر شاہ
۶۰	نور الدین	۸۵	نصر اللہ علوی
۹۷	نوشہ گنج بخش	۳۹، ۳۸	نصیر الدین اودھی دہلوی (چراغ دہلی)
۸۶، ۸۵	وجیہ الدین	۷۶، ۷۵، ۴۷، ۷۲	
۱۱۰	وجیہ الدین دہلوی	۶۶	نظام الدولہ ناصر جنگ
۳۶، ۳۳	وجیہ الدین علوی گجراتی	۶۱	نظام الدین
۳۵	وطواط (رشید)		نظام الدین بدایونی دہلوی (نظام الدین اولیا)
۷۰	ہاشمی فرید آبادی	۷۲، ۷۱، ۷۰، ۳۸، ۳۷	
۸۲	ہمایوں	۷۰	نظام المرغینانی
۷۰	یا قوت حموی	۶۶	نظام الملک آصف جاہ
۸۳	ید اللہ سوہی	۶۵	نوح بلگرامی
۴۷	یعقوب کشمیری	۴۹	نور الحق

كتب ورسائل

آبِ كَوْنِ	٦٩	الاتعاف على اسباب الاختلاف	١١١
آثار الشعراء	٨٨، ٦٩	الامداد في معرفة علو الاسناد	١١٣، ١١٢
آثار خير	٨٦، ٤١	البرهان في علامة مهدي آخر الزمان	٨٣
آداب البحث	١٠٨	الثبت	١١٣
آداب الصالحين	٩٣	الجزء الاشراف من المستطرف	١٠٤
آداب للطالفة والمناظرة	٩٣	الجواهر الفرد	١٠٢
اخيار الاخبار	٨٠، ٤٤، ٤٥، ٤٣، ٤٢	الحدائق النديه	١٠٦
	٩٥-٩٣، ٩١، ٨٥، ٨٣، ٨٢	الدرجات الرفيعة	١٠٦
ادلته التوحيد	٣١	الشجرة الطيبة	١١٣
اذكار ابرار	٨٠، ٤٨، ٤٤، ٤٥، ٤٣، ٤٢	الشمس المنيرة	٣٦
	٩٣، ٩١، ٨٩، ٨٨، ٨٦، ٨٥، ٨٣	الشوارد	٣٦
اردو	٩٤	الضياء الساري على صحيح البخاري	١١٢
ارشاد	٣٥	الطريق الامم شرح مخصوص الحكم	٦١
اسماء الفاره	٤٠	العباب	٣٦
اسماء الاسد	٤٠	الفرقان	٩١
اسماء الذهب	٤٠	الفوائد	٩٣
اسماء الرجال	٨٥	القصيد الخزرجه	١٠٣
اشارات صحيح البخاري	١١٢	الكلم الطيب والفيث المهيب	١٠٦
اشعة اللمعات في شرح المشكوة	٩٣	اللمعة العرشيد في مسئلة وحدة الوجود	
اصول ابراهيم شاهي	٤٤		١٠٣
اعراب الم	٣١	المستترك	٨٣
اعلام الاخبار	٣٦	المستطرف في كل فن مستظرف	١٠٤
المادات	١٠٢	المسند الحجاز	١١٣
اكمال منهاج العمال	٨٣	المغنى في ضبط الرجال	٨٣

۹۶، ۸۲	تجلّی نور	۱۰۱	امور عامہ
	تحصیل الفوائد والبرکات بہ تفسیر	۱۰۵	انشائے جلیل
۹۳	سورة والعاديات	۵۸	انوار الربيع في انواع البديع
۱۰۸	تحفة الرسول		اوائل كتب الاحاديث (الاوائل البصريه)
۹۵	تحفة العراقيين		۱۱۲
۱۱۱	تحفة المحبين		بارہویں صدی کے علمائے برصغیر ۹۲،
۹۳	تحقیق الاشارة في تعيم البشارة		۹۹-۱۰۲، ۱۰۶-۱۰۸، ۱۱۰-۱۱۵
۱۱۲	تذکرہ مشاہیر سندھ	۷۰	باقیات الصالحات
۹۷	تذکرہ مصنفین درس نظامی	۹۷، ۹۵، ۹۳	بحر ذخار
۷۳	تذکرہ اولیائے کاملین	۷۷	بحر موج
۸۰، ۷۸، ۷۴، ۷۳	تذکرہ اولیائے ہند	۳۰	بدایع المیزان فن
	۸۲-۸۳، ۸۲	۷۷	بديع البيان
۷۳، ۷۳، ۷۱، ۶۹	تذکرہ علمائے ہند	۸۱	بديع الميزان
۱۱۲-۹۳، ۹۲، ۹۱، ۸۹، ۸۸، ۸۶-۸۲، ۷۶		۱۱۳	بوارق النور
	۱۱۵، ۱۱۳	۸۷	بهاگوت گیتا
	تذکرہ مشائخ شیراز ہند (جون پور) ۷۷،	۱۰۳، ۸۱	بیضاوی
	۸۴، ۸۰، ۷۸	۹۷	پادشاہ نامہ
۶۶	تذکرہ الاولیا	۶۹	پنجابی زبان و ادب کی تاریخ
۸۷	تذکرہ الشعرا		تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند
	تذکرہ المصنفین المعروف بہ تراجم	۶۹	تاریخ ادبِ اردو
۱۱۱، ۱۰۵، ۱۰۳، ۱۰۰-۹۶، ۸۱	العلماء	۶۹	تاریخ بلگرام
۸۵، ۳۳	تذکرہ الموضوعات	۶۶	تاریخ شیراز ہند جون پور
۶۶	تسلية الفواد	۸۲، ۷۸	۹۸، ۹۶
۹۳	تعلیق الحاوی علی تفسیر البیضاوی		تاریخ مشائخ چشت
۸۹	تعلیقات العوارف	۸۳، ۷۲، ۷۱	تاریخ و ہرہ
۶۱	تفسیر ربانی	۸۵	تبصرة الناظرین
۵۵	تفسیر ربع قرآن	۱۰۷-۱۰۳	تبیین الموضوعات
۱۰۳، ۵۶	تفسیر احمدی	۷۰	

۵۱	۶۱، ۵۴	تفسیر بیضاوی
۵۲	۶۱	تفسیر ربانی
۴۵	۴۱	تفسیر رحمانی
۴۵	۹۵	تفسیر سورۃ فاتحہ
۹۹، ۴۵	۶۱	تفسیر مختصر
۵۲	۴۰	تقسیم علوم
۴۵	۹۳	تکمیل الایمان
۴۵	۱۰۱، ۵۴	تلویح
۵۱	۱۰۱	تلویحات
۵۱	۹۳	تنبیہ العارف بما وقع فی العوارف
۱۱۰	۸۶	تواریخ آئینہ تصوف
۱۱۰		تیسیر الباری فی شرح صحیح البخاری
۵۱	۹۵	
۶۱، ۵۱	۷۱	ثمرات القدس
۶۱، ۵۲، ۵۱، ۴۵		جامع البرکات منتخب شرح المشکوٰۃ
۶۱	۹۳	
۶۱، ۴۵	۱۰۲	جزء لا یتجرى
۵۲	۴۲	جمع الجوامع
۱۱۰	۸۳	جوامع الکلم فی المواعظ و الحکم
۴۵	۴۷، ۴۶	جواهر خمسہ
۶۱	۵۴	جوہر فرد
۶۱، ۴۵	۴۵	حاشیہ اصفہانی
۱۱۲	۱۰۸	حاشیہ بر حاشیہ القدیمہ و الجدیدہ
۹۲، ۴۵	۴۵	حاشیہ بزودی
۵۳، ۴۵	۵۱، ۴۵	حاشیہ تفسیر بیضاوی
۶۱	۴۲	حاشیہ تفسیر مدارک
۴۵	۶۱، ۴۵	حاشیہ تلویح
۵۱، ۴۵		حاشیہ حاشیہ عبدالغفور [بر فوائد ضیائیہ]

۹۵، ۹۴، ۸۷	۵۱	حاشیہ مقلعات [اربعہ] تلویح
۹۱	۶۱	حاشیہ منہل
۱۱۲	۴۵	حاشیہ ہدایہ
۱۱۲	۱۰۸	حاشیہ ہدایۃ الحکمة
۱۱۲	۱۰۸	حاشیہ یمین الوصول
۱۱۲	۶۱	حاشیۃ شمسہ
۱۱۲	۵۱	حاشیہ [بر] حاشیہ خیالی
۱۱۲	۸۶-۸۴، ۸۲-۷۳، ۷۱	حدائق الحنفیہ
۱۱۲	۸۹-۹۲، ۹۶-۹۸، ۱۰۶-۱۰۸، ۱۱۱	۸۹-۹۲، ۹۶-۹۸، ۱۰۶-۱۰۸، ۱۱۱
۷۹	۱۱۵-۱۱۳	۱۱۵-۱۱۳
۶۹، ۶۶	۳۵	حدائق السحر
۸۲، ۸۰-۷۷، ۷۵، ۷۳	۱۱۲	حدیث الرحمة
۹۹، ۹۸، ۹۵، ۹۴، ۹۱، ۹۰، ۸۷، ۸۵، ۸۴	۹۱	حدیقة محمودیہ
۱۰۵	۸۰، ۷۳	حدیقة الاسرار فی اخبار الابرار
۸۷	۸۴	۸۴
۷۷	۹۸، ۹۴، ۹۱، ۹۰	حدیقة الاولیا
۷۷	۹۲	حرمة الغنا والمزامیر
۷۰	۷۵، ۳۹	حسامی
۷۳	۹۱، ۹۰	حضرات القلم
۱۰۶		حضرت مجدد الف ثانی حالات، افکار
۵۲	۹۱	وخدمات
۸۸	۹۱	حضرت مجدد الف ثانی
	۵۳	حکمتہ العین
	۶۱	حل المعانی لحاشیہ شرح المقاصد
۷۷	۸۱	حواشی بر حواشی ہندیہ
۹۳، ۷۶-۷۳	۴۲	حواشی ہندیہ
۹۵	۱۱۵، ۱۱۴، ۱۰۷، ۱۰۶	حیات جلیل
۹۳		حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی
۸۷		رامائن

۱۱۳	رسالة في التشكيك	۸۹	رسالة البات نبوت
۱۱۲	رسالة في الحديث		رسالة اراءة الدقائق في شرح مرآة
	رسالة في ترجمة الشيخ عبد الله البصرى	۴۷	الحقايق
	۱۱۳	۹۳	رسالة اقسام الحديث
۵۴، ۵	رشيديه	۵۱	رسالة الدر الثمينة
۱۰۷	رقعات مير عبد الجليل	۵۲	رسالة المحكوم المرهوط
۹۲	رقيب باب المعروف والمنكر	۱۰۸	رسالة ثبوت مذهب شيعة
، ۹۶، ۹۳، ۹۱، ۸۹-۸۷، ۸۵، ۸۴	رود كوتر	۸۹	رسالة جذب وسلوك
	۱۱۵، ۱۱۴، ۱۱۱، ۱۰۱، ۹۸	۱۰۸	رسالة جهل بيت مشوى
۷۳	روضة الاقطاب	۹۵	رسالة در بيان روبا
۱۱۵	روضة الاوليا	۸۹	رسالة در مسئله وحدت الوجود
۹۸، ۹۳، ۹۱، ۸۹	روضة القيوية	۸۹	رسالة رد روافض
۱۰۶	رياض السالكين	۹۳	رسالة شب بركات
۶۹	رياض العارفين	۴۱	رسالة عجيبة
۵۱	زاد السالكين شرح اسرار ظلومت	۱۱۱	رسالة في ابطال الفراع
۸۴	زاد المتقين في سلوك طريق اليقين		رسالة في النهى عن عشق صور المرء
۹۵	زبدة التواريخ	۱۱۱	والنسوان
۹۱	زبدة المقامات		رسالة في التصار السنة والعمل
۷۰	زبدة المناسك	۱۱۱	بالحديث
۴۱	زوارف شرح عوارف المعارف	۱۱۱	رسالة في بدعة التعزیه
۶۶	سبحه المرجان في آثار هندوستان	۸۹	رسالة مبداء و معاد
۱۱۳	سبعة سيرة	۸۹	رسالة معارف لدنيه
۶۶	سرو آزاد	۸۹	رسالة مقصود الصالحين
۹۱، ۸۷، ۸۴، ۸۳	سفينة الاوليا	۸۹	رسالة مكاشفات عينيه
	سلافة العصر [في محاسن اهل العصر]	۴۱	رسالة مكيه
	۵۸	۸۹	رسالة آداب المريدين
۱۰۴، ۵۳	سلم العلوم	۸۹	رسالة تهليليه
۸۷	سليمان و بلقيس	۹۳	رسالة وجوديه

۱۳۳			
۱۰۳	شرح چغمینی	۹۹	سمات الاخيار
۴۱	شرح حسامی		سند السعادات فی حسن خاتمة السادات
۱۰۱، ۵۱	شرح حکمتہ العین		۱۱۳
۹۲	شرح خلاصة السحاب	۴۶	سواطع الالهام
۸۹	شرح رباعیات خواجه باقی باللہ		سوانح عمری علامہ عبدالحکیم
۴۵	شرح رسالہ کلید مخازن	۹۸	سیال کوئی
۴۵	شرح رسالہ ملا علی قوشجی		سورة الغریب فی غرائب البحار و
۹۳	شرح سفر السعادات	۱۰۶	عجاب الجزائر
۸۳	شرح شمائل النبی	۷۳	سیر الاولیا
۹۵	شرح شمائل ترمذی	۹۱	سیرت امام ربانی
۹۳	شرح شمسیہ	۹۲	سیرت مجدد الف ثانی
۹۵	شرح صحیح المسلم	۱۰۰	شافیہ
	شرح صحیفۃ الکاملہ [لسید الساجدین]	۹۶	شاہ جہان نامہ
	۵۸	۴۵	شرح ابیات منہل
۹۳	شرح صدور تفسیر آیت النور	۱۱۱	شرح اربعین النور
۹۵	شرح عضدی	۴۵	شرح ارشاد
۵۴، ۵۳	شرح عقائد علامہ دوالی	۳۶	شرح البخاری ذرة السحابة
۱۰۱	شرح عقاید نسفیہ	۹۳	شرح العقیلة الجزریہ
۱۰۱	شرح عقاید عضدیہ	۱۰۶	شرح الفوائد الصمدیہ
۹۳	شرح فصح الغیب		شرح القلاوہ السمیطیہ فی
۴۱	شرح فصوص الحکم	۳۶	توضیح الدریدیہ
۹۵	شرح قران السعدین	۸۱، ۷۷، ۴۴، ۴۱، ۴۰	شرح بزودی
۵۵	شرح قصید خرزجیہ	۴۵	شرح نحفہ شاہیہ
۸۱، ۴۱	شرح کالیہ	۹۲	شرح تشریح الاملاک
۵۲	شرح مختصر	۸۱	شرح تفسیر بیضاوی
۸۱	شرح مدارک	۶۱	شرح تہلیل المنطق
۶۱	شرح مسلم الثبوت	۶۰	شرح جامی
۴۱	شرح مصباح	۴۵	شرح جام جہان نما

۱۰۵-۱۰۳، ۱۰۱-۹۸، ۹۶، ۹۲، ۸۹، ۸۷	۹۵	شرح مطالع
علم حدیث میں پاک و ہند کا حصہ	۱۱۰	شرح منار الاصول
۱۱۲، ۱۰۶، ۹۵، ۹۳، ۹۲، ۸۷، ۸۵، ۸۳، ۷۱	۵۳	شرح مواقف
۱۱۵	۱۱۰	شرح میارزیہ
۹۲	۴۱	شرح نصوص
۸۳	۱۱۳	شرح نور الکریمین
۷۰	۳۲، ۳۷	شرح ہدایہ
۱۱۳	۹۵، ۸۱	شرح ہدایہ
۹۷	۵۱	شرح ہدایہ الحکمتہ
۷۷	۷۹	شرح رسالہ کلید
۹۳	۸۰	شرح شمسہ
۱۰۳، ۱۰۱، ۱۰۰-۹۸، ۹۵	۸۰	شرح صحائف
۶۳	۷۷	شرح کافہ
۱۰۳، ۵۵	۷۵	شرح مواقف
۷۱	۴۵	شرح نخبہ
۵۰	۱۱۳	شفا العلیل
۵۰	۹۶، ۵۰	شمس بازغہ
۷۱	۱۱۰، ۵۰	صبح صادق
۴۸	۶۵، ۶۲، ۴۹	صحیح بخاری
۷۱	۴۳	صواعق محرکہ
قانون الموضوعات و الضعفا	۶۶	ضوء الدراری شرح صحیح بخاری
۸۵	۵۹	ضیاء الساری شرح صحیح بخاری
۱۰۳	۶۲	
۱۱۳		طبقات الاولیا فی مدینة الاولیا مع
۴۰	۷۱	شرح بالیات الصالحات
۴۰	۵۲، ۵۲	عضدی
۷۷	۷۰	عقلة المعجلان
۳۶	۸۵، ۸۳	علماء ہند کا شاندار ماضی

۱۳۵			
۳۶	لیلاوتی	۷۰	کتاب التکملہ
۱۰۰	مآثر الامراء	۷۰	کتاب الضعفاء و المتروکین
	مالا یسع ترکہ للمرید کل یوم	۳۶	کتاب العروض
۳۷	من سنن القوم	۳۶	کتاب الفرائض
	مآثر الکرام ۶۶، ۷۱، ۷۳، ۷۴، ۷۷، ۷۹، ۸۱،	۳۷	کتاب الوحده
	۸۳، ۸۵، ۸۷-۸۹، ۹۲، ۹۳، ۹۵، ۱۰۲-	۱۱۳	کتاب عجیب فی التوحید الوجودی
	۱۰۶، ۱۰۸-۱۱۲، ۱۱۴، ۱۱۵		کشف الحجاب من احادیث الشہاب
۶۹	مآثر لاهور	۷۰	
۵۲	متفرقہ	۱۰۸	کشف الحق
۱۰۵	مشوی امواج خیال	۳۷	کشف الظنون
۱۰۵	مشوی شادی فرخ سیر بادشاہ	۷۶، ۷۳، ۷۳	کلمات الصادقین
۱۰۵	مشوی کتخدائی ارشاد خان	۳۹	کنز
۹۲	مجدد ہزارہ دوام		کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال
۳۳	مجمع البحار	۸۳	
۷۰	مجمع البحرین	۷۵	کنز الدقائق
۷۹	مجمع السلوک	۱۱۵	گرہ نامہ
۸۵	مجمع بحار الانوار	۸۷	گلدستہ نثر و نظم
۳۳	مجموعہ المنشآت	۷۲-۷۵، ۷۷، ۷۸، ۸۰،	گلزارِ ابرار
۵۳	محکم الاصول	۹۳، ۹۱، ۸۹، ۸۸، ۸۶، ۸۵، ۸۳	
۹۵	محبی القلوب	۱۰۹	گلستان
۷۰	مختصر الوفیات		گیارہویں صدی کے علمائے برصغیر
۶۹	مخزن الغرائب		۸۸
۵۱	مراح الارواح	۵۵	لامعہ عرشہ
۸۲، ۷۷، ۷۵، ۷۳	مراۃ الاسرار	۳۶	لسان الزمان
۱۱۳	مراۃ الجمال	۸۷	لطیفۃ فیاضی
۷۱	مردانِ خدا	۶۱	للسبع المثالی
۷۳	مزارات اولیائے دہلی		لمعات التفیح فی شرح مشکوٰۃ
۱۰۲، ۵۳	مسلم الثبوت	۹۳	المصابیح

۸۳	منتخب کثر العمال	۷۲،۷۰،۳۶	مشارق الانوار
۱۰۵	منشآت جلیل	۸۹،۸۷	مشائخ احمد آباد
	منہاج العمال فی سنن الاقوال والافعال	۳۶	مصباح الدجی
	۸۳	۱۰۱	مطول
۳۶	موارد الکلم	۱۱۳	مظہر البرکات
۱۰۹	میزان الصرف	۱۱۳،۶۵،۶۳	مظہر النور
۳۲	میزان المنطق	۸۰،۷۸-۷۶،۷۵،۷۳	معارج الولايت
۱۰۷	ناز و نیاز	۷۱	معارف
۹۲،۸۸،۸۰،۷۷،۷۱	نزهة الخواطر	۶۱	معول حاشیہ مطول
	۱۱۵-۹۹	۱۰۲	مغالطہ عامتہ الورود
۷۳	نظامی بنسری	۳۳	معنی
۱۱۵،۱۰۸،۱۰۶	نقد عمر	۸۷،۷۷	مفتاح العارفين
۶۹	نقوش	۷۵،۳۹	مفتاح العلوم
۸۷	نل دمن	۵۳	مفسر
۷۰	نواذر	۱۱۵،۱۰۸،۱۰۶	مقالات الشعرا
۶۱	نور القاری شرح صحیح بخاری	۱۰۱	مقالات شبلی
۵۶	نور الانوار شرح منار	۹۲	مقامات امام ربانی مجدد الف ثانی
۹۲	وصال احمدیہ	۸۹	مقامات خیر
۸۵	وہرہ و روشن	۵۲	مقصود الطالبین
۸۱،۷۶،۳۷	ہدایہ		ملفوظات حضرت شاہ عبدالرزاق
۹۲	ہدیۃ احمدیہ	۱۱۰	بالسوی
۸۷	ہفت کشور	۷۷،۳۰	منائب السادات
	ہندوستانی مفسرین اور ان کی	۷۳	منائب الصدیقین
۱۰۳،۸۸،۷۹	عربی تفسیریں	۳۵	منبع عیون
۶۶	ید بیضا	۹۳،۸۸،۸۷،۸۱،۶۹	منتخب التواریخ

ضمیمہ: اوّل

الف: دیباچہ از خواجہ حسن نظامی
ب: خاتمہ از آغا محمد طاہر

(الف)

دیباچہ

شمس العلماء مولوی محمد حسین آزاد دہلوی کا لکھا ہوا ایک رسالہ ان کے پوتے آغا محمد طاہر نے مجھ کو دکھایا، جس میں بڑے بڑے نام و رچالیس علمائے ہندوستان کا تذکرہ ہے۔ ان میں بعض شریعتی علما ہیں۔ بعض طریقت و شریعت کے جامع ہیں اور بعض طبقہ امر میں شمار کرنے کے قابل ہیں مثلاً فیضی وغیرہ۔

اکثر علما کی تصنیفات کی فہرست بھی دی ہے جو بہت بڑا کام خیال کرنا چاہیے لیکن بعض علما کے ذکر میں یہ ضروری حصہ رہ گیا ہے مثلاً حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی لاجواب تصانیف کا ذکر نہیں آیا۔

تمام بیانات مختصر ہیں اور ان میں وہ خوبی نہیں پائی جاتی جو آزاد کی تحریر کا طرہ امتیاز ہے یا تو یہ رسالہ جلدی میں لکھا گیا ہے اور یا اس کی تحریر میں مولانا کا جی نہیں لگایا ابتدائی مشق ہے تاہم جس شخص نے اردو فارسی شعرا کے ایسے لاجواب تذکرے لکھے جو قیامت تک یادگار رہیں گے، اس کی قلم سے علما و مشائخ کا ذکر خیر بھی اچھا معلوم ہوگا اور اردو خواں لوگوں کی واقفیت میں اضافہ کرے گا۔

اس تذکرہ میں ہر عقیدہ اور مشرب کے علما کو جمع کیا گیا ہے اور اختلافی امور کو نمایاں کرنے سے احتیاط کی گئی ہے اس لیے اس کتاب کو ہر عقیدہ کا شخص پڑھ سکتا ہے۔

حسن نظامی

۳۰۔ مارچ ۱۹۲۲ء

(ب)

خاتمہ

جہاں قبلہ و کعبہ کی تصانیف کے شائع کرنے کا مجھے فخر حاصل ہے۔ وہاں اس تذکرہ کی وجہ سے شرمندہ بھی ہوں۔ ان کی شیریں بیانی کے سامنے اس کی روکھی پھکی زبان کس طرح پیش کروں؟ خدا جانے لوگ کیا سمجھیں گے اور کیا کیا کچھ نہ کہیں گے مگر حقیقت یوں ہے کہ ان کے بستوں میں یہ چھوٹا سا رسالہ بھی ملا۔ اوّل میں نے اس کو کئی دفعہ خود پڑھا پھر اور علمی مذاق رکھنے والے حضرات کو دکھایا مگر آج کل ہم لوگ مذہبی علوم سے اس قدر دور ہو گئے ہیں کہ کسی نے بھی ڈھب کی بات نہ بتائی۔ اسی عرصہ [عرصے] میں میرا جانا دہلی ہو گیا۔ چونکہ یہ خیالات تازہ تھے۔ چند رسالہ [رسالے] اور یہ تذکرہ بھی ساتھ لے لیا۔ حضرت خواجہ صاحب قبلہ کو بھی دکھایا۔ انہوں نے اس کو پسند کیا اور کئی بار فرمایا کہ اس کو ضرور چھپوادو۔ سب سے زیادہ یہ کہ اپنی عادت کے خلاف ایسا دیباچہ لکھا جس کو حقیقت سے تعلق ہے۔ ورنہ آج ہر کس و نا کس اپنی کتاب اٹھائے لیے جاتا ہے کہ حضرت دیباچہ لکھ دیجیے۔ قہر او جبر اوہ کتاب کو پڑھتے بھی ہیں اور ہر کتاب میں چند خصوصیات بھی ضرور ہوتی ہیں۔ وہ انہی کو اپنی جادو بیانی سے دیباچہ بنا دیتے ہیں۔ کچھ مصنف کی قابلیت کی تعریف ہو جاتی ہے، کچھ اور غرضے کہ دیباچہ تیار ہو جاتا ہے مگر خدا کا شکر ہے کہ تذکرہ علما کا دیباچہ اپنی شان میں سب سے نرالا ہے اور خواجہ صاحب نے جو حق ہے، ادا کر دیا ہے۔ اگر مجھے کبھی کچھ لکھنا آ گیا تو ضرور ایسا ہی دیباچہ لکھا کروں گا۔

اوہو میں کہاں سے کہاں آ گیا۔ مطلب کی بات یوں ہے کہ اس مختصر تذکرہ کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا نے تحصیل علم کے زمانہ میں یا مختلف کتابوں کے مطالعہ

کرتے وقت جس عالم کے حالات پڑھے ہیں، اس کا کچھ نہ کچھ حال اپنی نوٹ بک میں لکھ لیا ہے اسی وجہ سے تذکرہ کی ترتیب میں کوئی خاص لحاظ نہیں رکھا اور یہ سب کچھ شاید اسی خیال سے ہو کہ کبھی سب کے حالات سمیٹ کر ایک ضخیم تذکرہ لکھتے کیونکہ ان لفظوں میں لکھے ہوئے تذکرہ میں ہی جامعیت مطلب و حالات سوانح پر عبور معلوم ہوتا ہے۔ اب رہا یہ امر کہ میں ایسی جرات کیوں کر رہا ہوں کہ بے سرو پا رسالہ چھپوانے بیٹھ گیا ہوں تو اول تو مولانا کا ایک ایک حرف خواہ ابتدائی ہو یا انتہائی ضائع کرنے کے قابل نہیں۔ دوسرے اردو میں آج کل ہندوستان بھر میں جس قدر کتابیں چھپتی ہیں کام کی کتابیں، شاید انگلیوں پر گنی جاسکتی ہیں۔ پھر ان میں اردو دان حضرات کے لیے مذہبی دلچسپی تو اللہ ہی اللہ ہے۔

یہ رسالہ بھی اگرچہ قابل دلچسپی نہیں، نہ ہو سکتا ہے کیوں کہ ہمارا معیار دلچسپی ہی بدل گیا ہے مگر پھر بھی ذکر عیش بہ از عیش سمجھ کر ہی ہمارے مسلمان نوجوان دیکھیں کہ مذہبی معلومات حاصل کرنے کے لیے ہمارے بزرگوں نے کیسی کیسی جاں فشائیاں اور عرق ریزیاں کی ہیں اور پھر کن مدارج و مراتب پر فائز ہوئے ہیں۔ خدا کرے کہ پھر ایک دفعہ مذہبی علوم کی ہوا چلے اور گھر گھر علم کے دریا بہتے دکھائی دیں اور آج جس طرح ہاشما کی سوانح عمریاں دھڑا دھڑ لکھی جاتی ہیں اور پڑھی جاتی ہیں۔ اسی طرح علما کی قابل تقلید زندگیاں بھی کاغذ کے جامہ میں علم و اخلاق کا سبق دیں۔

دعا کا محتاج

طاہر نبیرہ حضرت آزاد مرحوم

ضمیمہ: دوم

تذکرہ علما کی اشاعتِ اول
کے پہلے اور آخری صفحات کا عکس

۲۲۷
۱۵۸
مکتوبه و تقییر حضرت امام محمد باقر

۲۲۷
No ۱۲۱۸

تذکرہ علماء

خواجہ محمد خان احمد

و گیس حضور

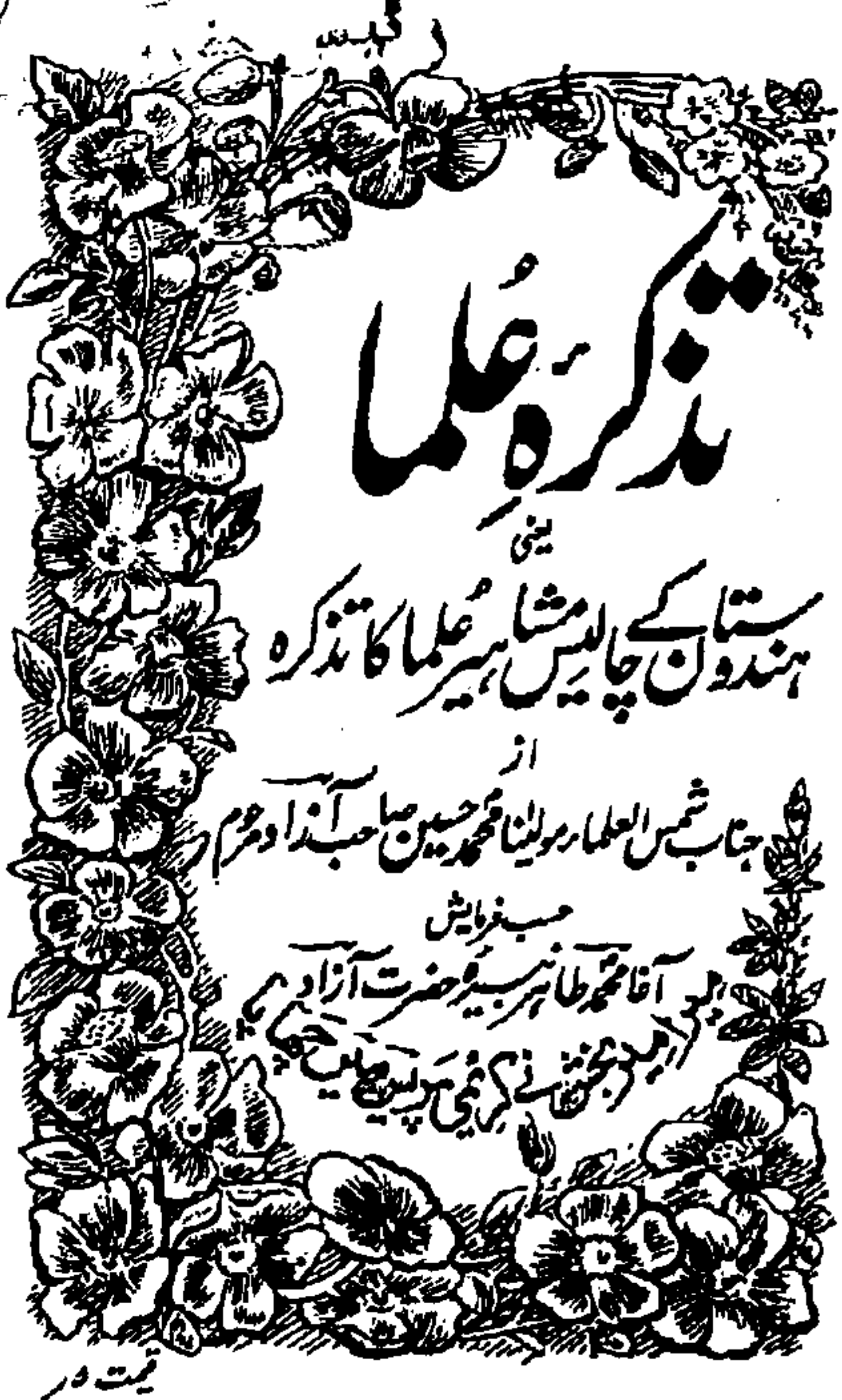


No ۱۲۱۸ نمبر

۲۲۷

آقا

خواجہ شمس العلماء مولانا محمد حسین صاحب آزاد مرزا
۲۷



تذکرہ علما

ہندوستان کے نامور علماء کا تذکرہ

از جناب شمس العلماء مولانا محمد حسین صاحب آزاد مرزا

مبغوث
آغا محمد طاہر سید حضرت آزاد مرزا
کے ہمدردوں نے کرمی پریشانی

تبرکاتِ آزاد

در بارِ اکبری ..	۱۱	نیرنگ خیالِ حصہ دوم ..	۱۲
آبِ حیات ..	۱۰	سے جالورستان ..	۱۰
نگارستانِ فارس	۱۰	مجلدِ مطلقہ پہلی	۱۰
سنخندانِ فارس ..	۱۲	آموزگارِ پارسی ..	۱۲
دیوانِ ذوق سے	۱۸	نظمِ آزاد ..	۱۸
دیوانِ غالب ..	۱۸	نصیحتِ کارکنِ معمول ..	۱۸
سیرِ ایران	۱۵	تذکرہ علماء ..	۱۵
مجموعہ مکتوباتِ آزاد	۱۸	نعتِ آزاد ..	۱۸
ڈرامہ اکبر ..	۱۸	پہلو پرواز ..	۱۸
نیرنگِ خیالِ حصہ اول ..	۱۲	گیتانِ جلی ..	۱۲

میلنے کا پتہ:۔ آغا محمد طاہر نمبر ۱۰ حضرت تیا آزاد۔ اکبری منڈی لاہور

افتح پبلی کیشنز کی دیگر مطبوعات

- تذکرہ معاصرین مالک رام
Rs. 1500.
اس کتاب میں ۱۹۶۷ء سے ۱۹۷۷ء کے عرصے میں وفات پانے والی ۲۱۹ شخصیات کا تذکرہ بیان کیا ہے۔ موجودہ ایڈیشن میں چاروں جلدوں کو ترتیب نو کے ساتھ ایک جلد میں پیش کیا گیا ہے۔
- عبارت کیسے لکھیں رشید حسن خاں
Rs. 220.
اس کتاب کا مقصد طالب علموں کو املا کے بارے میں ضروری معلومات یک جافراہم کرنا ہے تاکہ طالب علموں کی تحریر ان خرابیوں سے محفوظ رہ سکے گی جن سے عبارت میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔
- انشا اور تعلق رشید حسن خاں
Rs. 120.
اس مختصر سی کتاب میں انشا اور تعلق سے متعلق ضروری باتوں کو اختصار کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ کتاب کے آخر میں ان تمام الفاظ کا اشاریہ شامل کیا گیا ہے جن سے متعلق کتاب میں بحث کی گئی ہے۔
- گوہر یکتا ڈاکٹر عارف نوشاہی
Rs. 400.
اس کتاب میں احمد یار خان یکتا خوشابی کے احوال و آثار، اور ان سے منسوب دیوان کی اصلیت سے متعلق مقالہ جات پیش کیے گئے ہیں۔ ان کی نظم و نشر کا انتخاب بھی کتاب کا حصہ ہے۔
- سلسلہ نوشاہیہ کی ادبی تاریخ ڈاکٹر محمد اصغر یزدانی
Rs. 600.
یہ بزرگ میں تصوف کے ایک اہم سلسلہ (قادر یہ) نوشاہیہ کے ادیبوں، شاعروں اور مصنفوں کے حالات اور تصانیف و آثار کے تعارف و تجزیہ پر مستقل بالذات تصنیف ہے۔
- آسان عروض اور نکات شاعری سرور عالم راز سرور
Rs. 250.
اس کتاب میں اصطلاحات شعر، عروض کی بنیادی باتیں، تقطیع اور اس کے اصول، بحرین، صوتی قافیے، وغیرہ کے حوالے سے اہم قواعد اور نکات کو نہایت سادہ طریقے سے پیش کیا گیا ہے۔
- جدید ادبی تناظر رشید امجد
Rs. 300.
اس کتاب میں غالب، ن.م. راشد، میراجی، وزیر آغا، پریم چند لاہوری، ایوب مرزا، منشا یاد سمیت دیگر شخصیات سے متعلق ڈاکٹر رشید امجد کے تحقیقی مقالات شامل کیے گئے ہیں۔
- صحرا کہیں جسے رشید امجد
Rs. 180.
رشید امجد صاحب نے تصوف کے قدیم تصور کو جدید سائنسی انکشافات کے ساتھ ہم آہنگ کر کے جدید مابعد الطبیعیاتی فلسفے کی بنیاد رکھی ہے جس نے جدید اردو افسانے کو فلسفیانہ درجہ عطا کیا ہے۔

تذکرہ علما محمد حسین آزاد، تدوین: ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد
 Rs. 200.
 اس تذکرے کے فاضل مرتب نے اس کی ترتیب میں کمال تحقیق سے جہاں یہ کھوج لگایا ہے کہ آزاد کے اس تذکرے کا اصل اور اہم ماخذ کیا ہے؟ اور آزاد نے اس سے کس حد تک استفادہ کیا ہے؟ اور اس کے دیگر ماخذ کون سے ہیں؟

سیرِ دریا ڈاکٹر شفیق انجم
 Rs. 160.
 ”سیرِ دریا“ سری لنکا کی آج سے سو سال پہلے کی ایک ایسی بھرپور، مکمل اور دیدہ زیب تصویر پیش کرتا ہے جو آج بھی دامنِ دل کھینچتی ہے اور اسے پڑھ کر زندگی میں ایک بار ضرور سری لنکا کو دیکھنے کا اشتیاق پیدا ہوتا ہے۔ اس میں سری لنکا کی تہذیب و ثقافت کی عکاسی بھرپور طریقے سے ملتی ہے۔

گلزارِ فقر ڈاکٹر شفیق انجم
 Rs. 200.
 مثنوی ”گلزارِ فقر“ (۱۱۳۹ھ) پنجاب میں اردو کا ایک اہم حوالہ ہے۔ ڈاکٹر صاحب اس اعتبار سے منفرد محقق ہیں کہ انہوں نے پہلی مرتبہ اس مثنوی کا محنت، لگن اور تحقیقی بصیرت سے مطالعہ کیا ہے اور ایک سے زیادہ قلمی نسخوں کی مدد سے تصحیح متن کا حق ادا کیا ہے۔

لکھت لکھتی رہی ڈاکٹر شفیق انجم
 Rs. 130.
 شفیق انجم افسانہ نگاروں کی نئی نسل میں ایک نمایاں مقام کے حامل ہیں۔ ان کے افسانوں کی نمایاں خصوصیت افسانے کے فنی لوازمات کی طرف ان کا دھیان ہے، جن کا وہ اپنے افسانے میں خاص طور پر اہتمام کرتے ہیں۔

فلسفہ خیر بوٹھیئس، مترجم: پروفیسر محمد بشیر
 Rs. 170.
 یہ اخلاقی فلسفہ کی کتاب ہے۔ یہ انسانوں کو خیرِ اعلیٰ کی دریافت اور اس سے لطف اندوز ہونے کی طرف لے جاتی ہے۔ یہ کتاب فلسفے کی تاریخ میں اہم نصاب کی حیثیت رکھتی ہے۔

تصوف و منطق برٹریڈ رسل، مترجم: پروفیسر محمد بشیر
 Rs. 350.
 نامور برطانوی فلسفی برٹریڈ رسل کے مضامین میں ایک ایسا تہذیبی رویہ ملتا ہے جس کے نمایاں پہلو گہری انسانی محبت، عمیق فکری دیانت، منصفانہ غیر جانبداری اور باوقار سکون ہیں۔

تسخیرِ مسرت برٹریڈ رسل، مترجم: پروفیسر محمد بشیر
 Rs. 220.
 یہ کتاب نہ عالموں کے لیے ہے نہ ان کے لیے جو عملی مسائل پر محض باتیں بناتے ہیں۔ کتاب میں کسی عمیق فلسفہ یا گہرے علم کا اظہار نہیں کیا گیا۔

آسان عربی گرامر اُمّ انس

Rs. 200.

اس کتاب میں عربی گرامر کے زیادہ سے زیادہ قواعد کا اختصار کے ساتھ احاطہ کیا گیا ہے، تاکہ طلبہ کو ایک مضبوط بنیاد میسر آسکے۔ زیادہ تر مثالیں قرآن ہی سے لی گئی ہیں جس سے کتاب پڑھنے والے کا تعلق قرآن حکیم کے ساتھ مضبوط ہو سکتا ہے۔

خواتین کے لیے رہنمائے حج و عمرہ حافظہ زیتون حمید

Rs. 300.

اس کتاب میں حج و عمرہ کا طریقہ، احکام و مسائل کی تفصیل، مختلف مواقع کی دعائیں مع ترجمہ اور حج و عمرہ سے متعلق خواتین کے مسائل ضروریہ کو انتہائی عام فہم اور آسان انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

آگاہی سید امیر کلال مولانا شہاب الدین، مترجم: محمد زیرا نجھا

Rs. 200.

اس کتاب میں حضرت خواجہ سید امیر کلال کے احوال و مناقب، ان کے صاحبزادگان و خلفاء کا تذکرہ، حضرت خاتون کلال کے مناقب قلمبند کیے گئے ہیں۔ کتاب اپنے موضوع کا بنیادی ماخذ ہے۔

مقامات خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد قدس سرہ محمد زیرا نجھا

Rs. 600.

اس کتاب میں حضرت خواجہ خان محمد قدس سرہ کی حیات مبارکہ کے تمام پہلوؤں کیے گئے ہیں۔ آپ کی اولاد امجاد اور خلفائے عظام کے احوال بھی بیان کیے گئے ہیں۔ آپ کے محاسن، ملفوظات اور معمولات مبارکہ بھی کتاب میں شامل ہیں، اور ساتھ ہی آپ کی کرامات بھی بیان کی گئی ہیں۔

وژ المعارف (ملفوظات حضرت شاہ غلام علی دہلوی) محمد زیرا نجھا

Rs. 500.

یہ کتاب حضرت شاہ غلام علی دہلوی کے ملفوظات کا مجموعہ ہے۔ اس میں ۱۲ ربیع الاول ۱۲۳۱ھ / ۱۱ فروری ۱۸۱۶ء سے مسلسل یکم شوال ۱۲۳۱ھ / ۲۵ اگست ۱۸۱۶ء تک کے ملفوظات جمع ہیں۔

وسیلۃ القبول الی اللہ والرسول (مکتوبات حضرت نقشبند ثانی) محمد زیرا نجھا

Rs. 600.

یہ حضرت محمد نقشبند ثانی قدس سرہ کے مکتوبات شریف کا مجموعہ ہے جو حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کے بچھے صاحبزادے ہیں۔ حضرت خواجہ محمد زبیر کے ارشاد پر حضرت مولانا عماد الدین نے ان کو جمع کر کے ”وسیلۃ القبول الی اللہ والرسول“ کے تاریخی نام سے موسوم فرمایا۔

اُردو ناول اور پاکستان پروفیسر صبا جاوید

Rs. 400.

اس کتاب میں اُردو کے مختلف ناولوں میں ان اجزا و عناصر کا جائزہ لیا گیا ہے جو پاکستانی تہذیب و تمدن کے خدو خال کی صورت گری میں معاون رہے ہیں۔ مصنفہ نے بڑی تفصیل اور جامع انداز میں پاکستانی اُردو ناول میں مختلف معاشرتی و تہذیبی عناصر کو تلاش کرنے کی کوشش کی ہے۔

تذکرہ علما

تذکرہ علما مولانا محمد حسین آزاد کی ایک نا تمام تالیف ہے جو ان کی زندگی میں تکمیل اور اشاعت سے محروم رہی۔ اس تذکرے کے فاضل مرتب ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد نے اس کی ترتیب میں کمال تحقیق و جستجو سے جہاں یہ کھوج لگایا ہے کہ آزاد کے اس تذکرے کا اصل اور اہم ماخذ کیا ہے؟ اور آزاد نے اس سے کس حد تک استفادہ کیا ہے؟ اور اس کے دیگر ماخذ کون سے ہیں؟ انہوں نے یہ بھی کیا ہے کہ ایک خاصا معلوماتی اور مفید مقدمہ لکھ کر اس تصنیف کی نوعیت، کیفیت اور اس کے مطالب کے بارے میں ساری ضروری و اہم معروضی تفصیلات بھی فراہم کر دی ہیں۔ ان خصوصیات اور اوصاف سے بڑھ کر ڈاکٹر ناشاد کی محنت اور جستجو کے اعتراف کے لیے ان کے تحریر کردہ وہ تعلیقات بھی کافی ہیں جو انہوں نے متن میں شامل ہر شخص پر لکھے ہیں اور ان میں نہ صرف دیگر ماخذ اور معاون کتب سے مزید ضروری معلومات یکجا کی ہیں بلکہ ہر ایک کے احوال و آثار کے بارے میں مزید یا متعلقہ ماخذ کی نشان دہی بھی کی ہے۔

- اطراف تحقیق ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد
- تذکرہ معاصرین مالک رام
- عبارت کیسے لکھیں رشید حسن خاں
- انشا اور تعلقظ رشید حسن خاں
- گلزار فقر دیوان غلام محی الدین
- آسان عروض اور نکات شاعری تدوین: ڈاکٹر شفیق انجم
- سرور عالم راز سرور

ادارے کی دیگر مطبوعات

Al-Fath Publications

Rawalpindi, Pakistan

US \$ 18.

Rs. 200.

alfathpublications@gmail.com

+ 92 322 517 741 3

www.vprint.com.pk



9789699400223